اپنے سابقہ عمل پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی ہوں اور پھر ان پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں قبول اسلام کے بعد مسجد میں جاتی رہی۔ شروع شروع میں پردہ نہیں کرتی تھی، پھر جب نمازیوں نے مجھے بتایا کہ یہ بے پردگی گناہ ہے تو اسی دن سے میں نے اسکارف خریدا اور پہننا شروع کردیا اور اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کرنے لگی۔ میں نے خاصی کوشش کی کہ میں اپنے شوہر کو اسلام کے بارے میں قائل کرسکوں لیکن وہ نہ مانے حالانکہ میری ان سے بیٹی بھی پیدا ہو چکی تھی۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ یا اسلام قبول کرلو یا مجھے چھوڑ دو۔ تب انہوں نے مجھے طلاق دے دی اور مجھ سے اور میری بیٹی سے دستبردار ہوگئے۔

دریں اثناء میں انٹرنیٹ پر ایک پاکستانی بھائی عبدالصمد سے چیٹنگ کرنے لگی اور ان سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی، جو وہ مجھے وقتاً فوقتاً بہم پہنچاتے رہے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں آسٹریلیا سے اسلام کے لئے ہجرت کروں۔ میں نے پاکستان کی جانب ہجرت کرنے کو ترجیح دی۔ اسلام لانے سے پہلے میری بیٹی کا نام ''توان وارث'' تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اس کا نام امینہ رکھا۔ میں نے اپنا نام غزوہ بدر کی نسبت سے بدریہ رکھا۔ بیٹی کے حوالے سے میں ام امینہ کہلاتی ہوں۔ میں نے اپنی بیٹی کو آسٹریلیا کے کسی اسکول میں بھجوانا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ وہاں تعلیم میں موسیقی اور ان کے پرچم کے آگے ادب و احترام کے لئے مختلف افعال کی ادائیگی شامل تھی جو کہ مجھے پسند نہیں تھی، لہٰذا میں نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر ہی میں اسلام کی ابتدائی تعلیم و تربیت دی۔

آسٹریلیا میں اکثریت عیسائی مذہب پر یقین رکھتی ہے لیکن الحمدللہ اب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور خاص طور پر خواتین بڑی تیزی سے اسلام کی طرف آرہی ہیں۔ چند خواتین نے مسلمانوں کے ساتھ شادیاں بھی کی ہیں۔ اکثر خواتین اپنے تحفظ اور احترام کے لئے اسلام کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں جو کہ صرف اسلام عطا کرتا ہے۔ آسٹریلیا کے مسلمانوں میں اکثریت عمل سے دور ہے لیکن وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن وسنت پر مکمل عمل کر رہے ہیں لیکن مجھے بعض اوقات ایسے علماء کے رویوں سے بہت دکھ ہوتا ہے جو اللہ کی خاطر حق بات نہیں کہتے بلکہ ایسے بیان دیتے ہیں جن سے آسٹریلیا کے اہل اقتدار کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے، مثلاً پچھلے دنوں ایک عالم دین سے انٹرویو کیا گیا انہوں نے یہ کہا کہ عراق میں جو مسلمان مر رہے ہیں وہ شہید نہیں ہیں۔

آج ہم جہاد کے نام سے بھی ڈر رہے ہیں جب کہ عراق یا دوسرے ملکوں کے لوگ کوئی جارحانہ لڑائی نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں اور یہ ان کا حق ہے کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی۔ میں ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ تو میری رہنمائی فرما۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ سیدھے راستے پر قائم رہنے کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے بندے کی رہنمائی فرماتا ہے، لہٰذا میں ہر کام میں صراط مستقیم کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرماتا ہے۔ میں مسلمان عورتوں سے بھی کہوں گی کہ وہ اپنے دین کی طرف متوجہ ہوں، دنیا کی کچھ حیثیت نہیں ہے یہ چندروزہ زندگی ہے اسے گزر ہی جانا ہے۔ اگر یہ حقیقت سمجھ لی جائے تو مال، جائیداد، اولاد، ان سب کی حقیقت انسان پر آشکار ہو جاتی ہے، اس لئے ان کو چاہئے کہ صحیح معنوں میں اسلام کو بطور دین قبول کریں اور رسم رواج سے ہٹ کر اس پر عمل کریں لیکن میں نے یہاں دیکھا ہے کہ اکثر عورتیں شرعی پردے نہیں کرتیں، صرف روایتی پردہ کرتی ہیں، جب گھر سے باہر نکلنا ہوتا ہے تو خوب پردہ کرلیتی ہیں لیکن گھروں میں نوکروں، دیوروں اور رشتے داروں کے سامنے پردے کا حق ادا نہیں کرتیں جس کا سارا گناہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے شوہروں کو بھی ہوگا۔ میں ان سے یہ کہوں گی کہ وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں، انشاء اللہ ان کا عمل دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے اجر کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

❖❖❖




## کچھ اہم و مفید مطبوعات

(از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

| | |
|---|---|
| کاروانِ زندگی حصہ اول | 200 |
| کاروانِ زندگی حصہ دوم | 200 |
| کاروانِ زندگی حصہ سوم | 160 |
| کاروانِ زندگی حصہ چہارم | 190 |
| کاروانِ زندگی حصہ پنجم | 160 |
| کاروانِ زندگی حصہ ششم | 170 |
| کاروانِ زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ) | 175 |
| کاروانِ زندگی مکمل سیٹ | 1255 |
| مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی | 80 |
| ارکان اربعہ | 140 |
| خواتین اور دین کی خدمت | 40 |
| کاروان ایمان وعزیمت | 100 |
| دعائیں | 15 |
| سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ | 150 |
| سوانح مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ | 150 |
| نبی رحمت (ﷺ) | 400 |
| سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) | 500 |
| تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) | 1000 |
| انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر | 150 |
| اپنے گھر سے بیت اللہ تک | 30 |
| اصلاحیات | 75 |

(از: حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی)

| | |
|---|---|
| دو مہینے امریکا میں | 90 |
| جزیرۃ العرب | 140 |
| حج ومقامات حج | 35 |
| امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت | 110 |
| سماج کی تعلیم وتربیت | 80 |

(از حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

| | |
|---|---|
| لبیک اللّٰہم لبیک | 30 |
| سوانح مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ | |
| سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ | 250 |
| مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ | 20 |
| زبان کی نیکیاں | 15 |
| مجدد الف ثانیؒ | 10 |
| گلدستہ حمد وسلام | 10 |
| خانوادہ علم اللّٰہی | 100 |
| میزاب رحمت | 150 |

(از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی)

| | |
|---|---|
| تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ | 125 |
| مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (اول) | 80 |
| مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (دوم) | 120 |

(از: مولانا محمد الحسنیؒ)

| | |
|---|---|
| تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہؒ | 70 |

(از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ)

| | |
|---|---|
| زادِ سفر (دو جلدیں) | 280 |
| باب کرم | 12 |
| بچوں کی قصص الانبیاء (اول) | 25 |
| بچوں کی قصص الانبیاء (دوم) | 23 |
| بچوں کی قصص الانبیاء (سوم) | 25 |
| بچوں کی قصص الانبیاء (چہارم) | 18 |
| ہمارے حضور (ﷺ) (اردو) | 30 |
| ہمارے حضور (ﷺ) (ہندی) | 20 |
| موج تسنیم | |
| مناجات ہاتف | 10 |
| دیار حبیب (ﷺ) | 5 |

(از: مخدومہ خیر النساء بہترؒ)

| | |
|---|---|
| حسن معاشرت | 20 |
| کلید باب رحمت | 15 |
| ذائقہ | 15 |
| ذکر خیر | 20 |

(از: حکیم عبدالحئیؒ)

| | |
|---|---|
| تعلیم الاسلام | 15 |
| نور الایمان | 8 |

(از: ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ)

| | |
|---|---|
| نماز سمجھ کر پڑھیے | 8 |

(از: دیگر مصنفین)

| | |
|---|---|
| بشریت انبیاء (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ) | 80 |
| سیرت صدیقؓ (مولانا حبیب الرحمن شیروانیؒ) | 25 |
| عربی میں نعتیہ کلام (ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ) | 150 |
| امت مسلمہ کی مائیں (مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ) | 35 |
| اعمال قرآنی (مولانا اشرف علی تھانویؒ) | 30 |
| مثالی حکمراں (مولانا عبدالسلام قدوائیؒ) | 25 |
| عربی زبان کے دس سبق 〃 | 15 |
| خلافت راشدہ (مولانا غلام رسول مہرؒ) | 15 |
| خلافت بنی امیہ 〃 | 10 |
| خلافت عباسیہ 〃 | 15 |
| بہشتی ثمر (اول) (مولانا عیسیٰؒ) | 30 |
| بہشتی ثمر (دوم) 〃 | 25 |
| تعلیم القرآن (مولانا اویس نگرامی ندویؒ) | 35 |
| بکھرے موتی (مولانا نیاز احمد بستوی) | 20 |
| کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) | 30 |
| کتاب الصرف (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) | 35 |
| ہدایۃ النحو (سراج الدین عثمانی اودھی) | 60 |
| کلیلہ ودمنہ | 60 |

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

خواتین کا ترجمان

ماھنامہ

# رضوان

Rizwan

لکھنؤ

Rs. 15/-


LW/NP-184/2012-14 R.N.I. No. 2416/57 Monthly Ph: 0522-2270406

## RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018 Mob: 9415911511



کف زال

ہر قسم کی کھانسی نزلہ زکام میں بیحد مفید

ہر قسم کی کھانسی، نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور نزلے سے سر درد و بدن درد میں مُفید ہے

کبدون

جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ

- پیلیا، جگر اور
- پتہ کے ورم،
- کمزوری، درد اور
- پتھری کا بے نظیر سیرپ

روزامین

فسادِ خون اور جلدی امراض کا سیرپ

- فسادِ خون، مہاسے، پتی
- پھوڑے، پھنسی اور
- خارش کو ٹھیک کرتی ہے اور
- چہرے پر نکھار لاتی ہے

نشکر

شوگر کی کامیاب ترین دوا

- قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دوا
- پیشاب سے شکر کو ختم کر کے خون میں شکر کو کنٹرول رکھتی ہے

Batina

HASANI PHARMACY

Nashkur

بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

- قبض، گیس، بھوک نہ لگنا
- جلن، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
- بیحد مُفید چُورن

استعمال کریں، آرام پائیں۔

INDAMOOL

انڈامول

گہرے زخم پھوڑوں کا لاجواب مرہم

گہرے زخم ناسور بیڈ سور پھوڑے خصوصاً کاربنکل پھوڑوں کا جلد اثر کرنے والا مرہم

برنیسال

برنیسال کے تین اہم فوائد

1. سوزش اور جلن میں فوراً ٹھنڈک پہنچائے
2. زخم کو جلدی ٹھیک کرے، نشان نہ پڑنے دے
3. ہر طرح کے مُضر اثرات سے پاک ہے

BURNISOL

لیکوڈین

لیکوریا و جریان میں بیحد مؤثر

Sabaca

صباکا آملہ

بالوں کا بہترین محافظ

صباکا ہیئر آئیل

دماغ اور بالوں کا انمول ہیئر ٹانک

HASANI PHARMACY
177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018
PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223



Mob: 9889654027 PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

## خواتین کا ترجمان

# ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد نمبر ۵۷ — شمارہ نمبر ۷

## جولائی ۲۰۱۳ء


**سالانہ زر تعاون**

| | |
|---|---|
| برائے ہندوستان : | ۱۵۰ / روپے |
| غیر ملکی ہوائی ڈاک : | ۳۵ / امریکی ڈالر |
| فی شمارہ : | ۱۵ / روپے |
| لائف ٹائم خریداری : | ۵۰۰۰ / روپے |

**نوٹ**

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)



**ایڈیٹر**

محمد حمزہ حسنی

**مجلس ادارت**

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی



ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

**زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ**

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane

Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ، فون: 9580695643



## حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی مقبول معروف کتابیں

### کاروانِ زندگی

**ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات**

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث وتحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا۔

☆ ایک تاریخی دستاویز۔ ☆ ادبی مرقع۔ ☆ دعوت فکر وعمل۔

(فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ)

| | |
|---|---|
| قیمت کاروان زندگی حصہ اول | 200 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ دوم | 200 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ سوم | 160 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ چہارم | 190 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ پنجم | 160 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ ششم | 170 |
| قیمت کاروان زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ) | 175 |
| قیمت کاروان زندگی مکمل سیٹ | 1255 |

### خواتین اور دین کی خدمت

مسلم خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت Rs. 40

### ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔

قیمت Rs. 30

### دو ہفتے ترکی میں

ترکی کا سفرنامہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا شگفتہ ودلآویز طرز بیان۔

قیمت Rs. 20

### کاروان ایمان وعزیمت

قافلۂ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ قدس سرہ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

(خوبصورت کتابت وطباعت)

قیمت: Rs. 100

### سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض وتاثیر اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔

قیمت Rs. 150

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042

Mob: 9559804335

# فہرست مضامین


- اپنی بہنوں سے ............ مدیر ............ ۳
- حدیث کی روشنی میں ............ امۃ اللہ تسنیم ............ ۴
- رحمت کے سائے ............ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ............ ۶
- انفاق فی سبیل اللہ ............ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ............ ۹
- رمضان الکریم ............ سید منور حسین ............ ۱۴
- ماہ مبارک اور تقویٰ ............ اخذ و تلخیص: خرم مراد ............ ۱۸
- شبِ تقسیم انعامات! ............ مولانا نثار احمد حصیر القاسمی ............ ۲۲
- بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ............ مولانا محمد قمر الزماں ندوی ............ ۲۵
- عابد شب زندہ دار حضرت علی بن ابی طالبؓ ... ............ ۲۸
- اولاد کی دینی تربیت وقت کی ناگزیر ضرورت .... مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی ...... ۳۲
- سوال وجواب ............ مفتی راشد حسین ندوی ............ ۳۵
- جسم کی بھوک مٹا دیتی ہے چہرے کتنے؟ ...... ڈاکٹر عارف انکساف ............ ۳۶
- بات چیت کے آداب ............ ۳۸
- ”قرآن پڑھ کر راہ راست پر آ گئی“ ............ ۳۹-۴۰


# اپنی بہنوں سے

شعبان المعظم کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ یہ مہینہ خود بھی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے اور رمضان المبارک سے متصل ہونے کی وجہ سے خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور کثرت سے روزے رکھتے تھے اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ بھی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور نفل روزے رکھتے تھے یہی حال امہات المومنین اور صحابیات کا بھی تھا غرض کہ یہ مہینہ رمضان المبارک کی تیاریوں میں گزرتا تھا اس کی وجہ سے رمضان المبارک میں خصوصی اہتمام ہوتا تھا اور اس کا ایک ایک لمحہ ذکر و عبادت اور تلاوت میں گزرتا تھا، رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے مغفرت کی بادبہاری چلتی ہے شیاطین بند کر دیے جاتے ہیں ہر مسلمان مرد و عورت کے دل و دماغ اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تلاوت قرآن مجید کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہوتی ہے اور جو کام غیر رمضان میں مشکل معلوم ہوتا ہے وہ رمضان میں نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

اس لئے ہم کو شعبان المعظم سے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع کرنا چاہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ آپ نے جس طرح شعبان المعظم ہر سال گذارا اور اس کے لمحات کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت اور روزوں سے آباد کیا اسی طرح ہم کو بھی اپنے لمحات ذکر الٰہی، عبادت، تلاوت سے معمور کرنے چاہئے اور روزے رکھ کر وہ تمام برکات حاصل کرنا چاہئے جو صحابہ کرامؓ حاصل کرتے تھے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہم شعبان المعظم کی برکتیں حاصل کریں گے اور اسی کے ساتھ رمضان المبارک کو سنت رسول کے مطابق گزارنے کے لئے تیار ہو سکیں گے۔

حدیث کی روشنی میں

# صداقت وراستی

امۃ اللہ تسنیم

## راستی نیکی کی رہبر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچ نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے پاس سچوں میں لکھتا ہے اور جھوٹ گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹوں اور لاغیوں میں لکھ لیتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

## سچ اطمینان ہے

حضرت حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا یاد ہے کہ چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈالے اور اُس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارے دل میں کھٹک نہ پیدا ہو۔ پس بیشک سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی لمبی حدیث میں ہرقل کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے کہا تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیانؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہم کو حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اُس کو چھوڑ دو اور ہم کو نماز اور سچائی، صلۂ رحمی، صدقہ اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

## سچے دل سے دعا مقبول ہوتی ہے

حضرت سہیل بن حنیفؓ سے روایت ہے (وہ بدری تھے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سچائی کے ساتھ سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کے مرتبہ کو پہنچائے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم)

## تھوڑا سا جھوٹ سارے سچ کو غیر مقبول بنا دیتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نبی نے ایک غزوہ کیا۔ اُن پر اللہ کے درود اور سلامتی ہو۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ ایسا آدمی نہ ہو کہ جس نے شادی کی ہو، اور ایسا نہ ہو کہ جس نے گھر بنایا ہو اور اس کی چھتوں کو ابھی نہ اٹھایا ہو اور نہ ایسا آدمی ہو کہ جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور ان کے بچوں کا انتظار ہو۔ پھر انہوں نے کوچ کیا، عصر کے وقت یا اس سے پہلے ایک بستی کے قریب ہوئے۔ سورج سے کہا کہ تو بھی اپنے کام پر مامور ہے اور ہم بھی مامور ہیں۔ پھر کہا اے اللہ اس کو ٹھہرادے، پس وہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اُن کو فتح دی۔ انہوں نے غنیمت جمع کی۔ آگ آئی کہ اس کو کھائے اور نہ کھایا۔ انہوں نے کہا کہ تم میں چوری ہے، ہر قبیلہ کا آدمی ہم سے بیعت کرے، جب بیعت کی تو ایک آدمی کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر چپک گیا۔ پھر کہا تم میں چوری ہے تمہارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے تو دو یا تین کے ہاتھ اُن کے ہاتھ پر چپک گئے، پھر کہا تم میں چوری ہے تو ایک سونے کا سر گائے کے سر کی طرح لائے اور اُس کو رکھا، پھر آگ آئی اور اس کو کھالیا اور غنیمت ہم سے پہلے کسی کو جائز نہ تھی۔ اللہ نے جب ہماری کمزوری اور ضعف کو دیکھا تو ہمارے لئے جائز کر دیا۔ (بخاری۔ مسلم)

## جھوٹ سے تجارت کی برکت جاتی رہتی ہے

حضرت ابوخالد بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں تو اُن کی سوداگری میں برکت دی جائے گی اور اگر جھوٹ بولیں تو ان کی سوداگری کی برکت مٹا دی جائے گی۔

## نماز اس دھیان کے ساتھ پڑھو کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں اگر ہم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ ہم کو دیکھ رہا ہے

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی بہت سفید کپڑے والا اور بہت کالے بال والا آیا۔ اس پر سفر کا نشان نہ تھا۔ ہم لوگ اس کو نہیں پہچانتے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنے سے ملا دیئے اور اپنی ہتھیلی آپ کے زانو پر رکھ دی اور کہا یا محمدؐ مجھ کو اسلام کے متعلق خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اگر استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرو۔ کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حیرت ہوئی کہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر کہا کہ ایمان کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر۔ کہا آپ نے سچ کہا۔ اب احسان کے متعلق بتایئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تم کو دیکھتا ہے۔ کہا قیامت کے متعلق مجھ کو خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا جس سے پوچھا جارہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ کہا اچھا اس کی نشانیاں کیا ہیں، فرمایا لونڈی اپنی مالکہ کو پیدا کرے۔ اور ننگے پاؤں پھرنے والے، ننگے بدن محتاج لوگ بکری چرانے والے ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر محل بنائیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں آپ نے فرمایا اے عمر تم جانتے ہو یہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے۔ تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔

## اللہ کا خوف

حضرت ابوذرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں بھی تم ہو اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

## اللہ کی یاد اُسی سے سوال اُسی سے استمداد

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں سکھادوں۔ اللہ کے حکموں کی نگہداشت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد کرو تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرنا تو اللہ ہی سے سوال کرنا اور جب مدد چاہنا تو اسی سے مدد چاہنا۔ اور جان لے کہ اگر ساری دنیا اس بات پر اتفاق کرے کہ تجھ کو نفع پہنچائے تو تجھ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو تمہارے لئے اللہ نے لکھ دیا ہے اور اگر ساری دنیا اس بات پر اتفاق کرے کہ تجھ کو نقصان پہنچائے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک کر دیئے گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا دھیان رکھو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور آرام کے زمانے میں اللہ سے تعلق پیدا کرلو، مصیبت کے وقت کام آئے گا اور یاد رکھو جو تم سے چوک گیا وہ تمہیں پہنچنے والا ہی نہ تھا اور جو پہنچا وہ خطا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ یاد رکھو کہ صبر کے ساتھ مدد ہے، مصیبت کے ساتھ کشائش ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

❖❖❖

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

# رحمت کے سائے

معاویہ بن جاہمہ سُلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں آپ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں اور اس سے میرا مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا اجر حاصل کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: واپس ہو جاؤ اور والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، میں پھر دوسری جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا، آپ نے پھر وہی سوال کیا اور میں نے بھی وہی جواب دیا، آپ نے پھر وہی ہدایت فرمائی، پھر میں نے آپ کے سامنے آکر وہی بات عرض کی، اب بھی آپ کا وہی سوال اور میرا وہی جواب تھا، اس بار آپ نے ارشاد فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، تو اپنی ماں کے قدموں سے چمٹ جا، وہی تمہاری جنت ہیں ''ویحک الزم رجلها فثم الجنة'' (ابن ماجہ: حدیث نمبر: 2781) جہاد کوئی معمولی عبادت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دین کی سب سے بلند چوٹی قرار دیا ہے، یہ ایسی عبادت ہے، جس میں بندۂ مومن سر میں کفن باندھ کر اسلام کی سربلندی کے لئے نکلتا ہے اور بعض دفعہ اپنا آخری قطرہ بھی نچوڑ کر اسلام کے شجرۂ طوبیٰ کو آبیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی خدمت کو اس پر بھی ترجیح دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا کہ میں جہاد کرنے کی خواہش کرتا ہوں، لیکن جہاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ ان صاحب نے عرض کیا: میری والدہ زندہ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے اللہ سے ملو، اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو حج کا عمرہ کا، اور جہاد کا ثواب حاصل ہوگا: ''فأنت حاج، ومعتمر ومجاہد'' (مجمع الزوائد: 8/138)۔ دوسرے اہل تعلق کا حق ان کی وفات پر ختم ہو جاتا ہے، لیکن والدین کا حق ان کی وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ قبیلہ بنو سلمیٰ کے ایک صاحب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے والدین گذر چکے ہیں، کیا اب بھی ان کا کوئی حق میرے اوپر باقی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، ان کے لئے دعا رحمت کرتے رہنا، ان کے لئے دعاء مغفرت کرنا، انہوں نے کسی سے کوئی وعدہ کر رکھا ہو، تو اس کو پورا کرنا، والدین کے واسطے سے تمہاری جو رشتہ داریاں ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور والدین کے جو دوست و احباب تھے، ان کا اکرام کرنا۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 5135)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن دینار نے نقل کیا ہے کہ ایک دیہاتی سے مکہ کے راستے میں ملاقات ہوئی، حضرت عبداللہ نے ان کو سلام کیا، اپنی سواری کا گدھا ان کو دے دیا اور اپنا عمامہ بھی ان کو عطا فرما دیا، ابن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ تو دیہاتی لوگ ہیں، تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، یعنی آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک میں مبالغہ کر دیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس دیہاتی شخص کے والد میرے والد کے دوست تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین حسن سلوک وہ ہے جو بیٹا اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ کرے: ''ان ابر البر صلة الولد اهل ود أبيه'' (مسلم: حدیث نمبر 2552) یہ ایک مثال ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کس درجہ عمل کا اہتمام فرماتے تھے اور والدین ہی نہیں، ان کے اہل تعلق کے ساتھ بھی قدردانی اور حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے وجود پر والدین سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں ہوتا اور ان کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کیا جاسکتا، ماں اپنی اولاد کو کارخانہ ہستی تک پہنچانے کے لئے جس طرح نو دس ماہ اسے اپنے پیٹ میں رکھتی ہے اور کروٹ کروٹ تکلیف اٹھاتی ہے، کیا اس کی کوئی قیمت ادا کی جاسکتی ہے؟ بچہ پیدا ہونے کے بعد قدرت نے اس کے سینے میں جو چشمہ صافی رکھ دیا ہے، کس طرح وہ اس سے اپنے بچے کو آسودہ کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے خون کی ایک ایک بوند دودھ کی شکل میں اس کمزور پودے کو تناور درخت بنانے میں خرچ ہو جائے؟ نہ اسے بچوں کے پاخانہ سے کوئی گھن ہے، نہ پیشاب سے کوئی نفرت ہے، اپنے بچے کے آرام کے لئے رات کی بے سکونی میں ہی اسے سکون آتا ہے اور اس کو آرام پہنچانے کے لئے وہ دن کا ایک ایک لمحہ ہنسی خوشی بے آرامی کے ساتھ گذارتی ہے اگر بچے کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو ماں کی ممتا کچھ اس طرح بے قرار ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اس کو کوئی خنجر چبھ گیا ہو، ماں کا یہ پیار بچپن سے جوانی اور اگر عمر نے وفا کی تو جوانی سے بڑھاپے تک بچوں پر سایہ فگن رہتا ہے۔

باپ کا حال یہ کہ وہ در در کی خاک چھانتا ہے، وطن چھوڑ کر بے وطن ہوتا ہے، گاڑھا پسینہ بہاتا ہے اور ہر وقت اسے یہ آرزو بے چین رکھتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ بہتر حال میں رکھے، بچوں کے تھوڑے سے آرام کے لئے اپنی ضروریات کو تج کر معمولی حالت میں رہتا ہے، وہ سخت سے سخت تکلیف اٹھا سکتا ہے، لیکن اپنے بچوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا، خود مشقت برداشت کر سکتا ہے، لیکن چاہتا ہے کہ بچوں کے لئے ڈھیر ساری دولت چھوڑ جائے۔ کیا اس محبت کی کوئی قیمت ادا کی جاسکتی ہے؟ اور کیا اس بے غرضی اور ایثار کا دنیا میں کوئی صلہ دیا جاسکتا ہے؟ اسی لئے مہذب انسانی معاشرہ میں ہمیشہ والدین کے رشتے کو سب سے زیادہ مقدس اور قابل احترام سمجھا گیا ہے، لیکن اس وقت دنیا میں جس تہذیب کا بول بالا ہے، اس کی بنیاد احسان شناسی اور ایثار کے بجائے خود غرضی اور مطلب برآری پر ہے، اس لئے والدین جب اس عمر کو پہنچتے ہیں، جب ان سے کوئی مادی غرض وابستہ نہیں ہوتی تو ان کو ایک بوجھ سمجھنے لگتے ہیں، بوڑھاپے میں والدین کی گفتگو...... جس میں بعض اوقات چڑچڑاہٹ شامل ہو جاتی ہے...... ان کے لئے ناقابل برداشت بن جاتی ہے، والدین کا ان کے گھر میں رہنا بار خاطر ہوتا ہے، بیوی کی ناز برداری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ماں کے ساتھ گھر کی خادمہ کا سلوک ہونے لگتا ہے، بچے نہ صرف یہ کہ والدین کا علاج کرانے سے کتراتے ہیں، بلکہ انہیں یہ بات بھی گراں گذرتی ہے کہ والدین کے اپنے پیسے ان پر خرچ ہوں اور ترکہ کی متوقع دولت ان کے لئے کم ہونے لگے، کچھ عرصہ پہلے اس حقیر کے پاس ایک

## مرض وفات کی بے چینی اور صبر

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو بے چینی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے والد کیسے بے چین ہیں، آپؐ نے فرمایا اس کے بعد تمہارے والد کبھی بے چین نہ ہوں گے، جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے باپ آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول کرلی۔ اے باپ جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے۔ اے باپ، ہم جبریل کو آپ کی وفات کی خبر دیں گے۔ جب آپ دفن کیے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے لوگوں سے کہا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے اچھا لگا۔ (بخاری)

ایسا تکلیف دہ معاملہ آیا کہ بوڑھے ماں باپ کے نصف درجن سے زیادہ بیٹے اور کئی بیٹیاں ہیں، بچوں نے باپ اور ماں کو تقسیم کررکھا ہے کہ اتنے اتنے دنوں فلاں بیٹا انہیں اپنے پاس رکھے گا اور وہ بھی اس طرح کہ والد کسی اور بیٹے کے پاس اور والدہ کسی اور بیٹے کے پاس، پھر جھگڑا اس بات پر پیدا ہوتا ہے کہ والد اور والدہ میرے پاس اپنی مدت سے زیادہ رہ جاتے ہیں، یہ تو بیٹوں کا حال ہے اور بیٹیوں کا حال یہ ہے کہ وہ سمجھتی ہیں کہ ماں باپ کی ذمہ داری صرف بیٹوں پر ہے، حالانکہ شرعاً ذمہ داری تمام امکانی ورثہ پر ہے، پھر ماشاء اللہ سب چہرے بشرے سے دین دار اور دینی کاموں سے لگے ہوئے، علماء و مشائخ سے تعلق رکھنے والے، میرے لئے یہ واقعہ اتنا صدمہ انگیز تھا کہ اپنے مزاج کے برخلاف میں نے کہا کہ آپ حضرات کو شرم آنی چاہئے، آپ کا جھگڑا تو اس بات پر ہونا چاہئے تھا کہ ہمیں دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں خدمت کا زیادہ موقع ملے، لیکن یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے...... یہ صورتحال ہمارے معاشرے میں بڑھتی جارہی ہے، مغربی سماج کے جو واقعات ہم سنتے تھے اور سن کر حیرت ہوتی تھی، اب اسی طرح کے واقعات خود ہمارے سماج میں پیش آرہے ہیں، **فیا أسفاه ویا عجباه.**

مغربی ملکوں کی صورتحال تو اس معاملے میں حد درجہ ابتر ہے، کیونکہ اخلاقی قدریں وہاں کی ڈکشنری سے منادی گئی ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ ماں باپ اور شوہر و بیوی سے کہیں زیادہ اہمیت ''کتوں'' کی ہے، ان کی راحت و آسائش کی جتنی فکر کی جاتی ہے اور حیوانات کے ساتھ رحم دلی کا خوبصورت عنوان لگا کر ان کا جتنا لحاظ رکھا جاتا ہے، ماں باپ اور بزرگوں کا بھی نہیں رکھا جاتا، برطانیہ کے مشہور اخبار گارجین کے شمارہ 31 اکتوبر 2010ء میں رپورٹ چھپی تھی کہ صرف برطانیہ میں دو سال میں والدین کے خلاف بچوں کے ظالمانہ تشدد کے 22 ہزار 5 سو 37 واقعات پولیس میں درج کرائے گئے، آسٹریلیا کے اخبار ''نیوز'' کے 23 فروری 2013ء کے شمارہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پولیس کو ہر پانچ میں سے ایک کال والدین پر تشدد کی شکایت کے سلسلہ میں آتی ہے، دور کیوں جایئے، اب تو خود ہندوستان کے اخبارات میں والدین کے ساتھ زیادتی یہاں تک کہ قتل تک کی خبریں آتی ہیں، بوڑھوں کے ہاسٹل ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بن چکے ہیں، یہ گویا بوڑھے اور معذور لوگوں کا ''ڈسٹ بین'' ہے، جن کو اس لائق نہیں سمجھا جاتا کہ وہ گھر میں رہیں اور ان کو ایک فاضل سامان اور کچڑے کی طرح وہاں پھینک دیا جاتا ہے۔

اس اخلاقی گراوٹ پر توجہ کی ضرورت ہے، ضرورت ہے کہ مسجدوں کے منبر و محراب سے بار بار نوجوانوں کو والدین کی اہمیت بتلائی جائے، ضرورت ہے کہ اخبارات و رسائل کے ذریعے سماج کو اس کے لئے بیدار کیا جائے، ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ صرف سنسنی خیز خبروں کو اپنا موضوع نہ بنائیں، بلکہ وہ اخلاقی تعلیمات کو مؤثر اور دلچسپ بنا کر پیش کریں، ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ تعلیم میں اخلاقیات کے عنصر کو شامل کیا جائے، یہ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے کہ بیوی کے الگ حقوق ہیں اور ماں باپ کے الگ، ان میں سے ایک کی وجہ سے دوسرے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے عمل سے نئی نسل کی تربیت کرنی چاہئے، اگر ایک شخص خود اپنے والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرے، ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرے، تو یہ خود ان کے بچوں کے لئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا خاموش مگر مؤثر اور بہترین پیغام ہوگا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنے والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو، تو تمہارے بچے تمہارے ساتھ بہتر سلوک کریں گے: "بروا آباء کم تبرکم أبناء کم" (مستدرک الحاکم، کتاب البر والصلة، حدیث نمبر: 725)۔

❖❖❖



# انفاق فی سبیل اللہ

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ پہلے تو نیکی اور بھلائی کے کاموں کا عام حکم دیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی زندگی میں عموماً بھلائی کا طریقہ اختیار کریں۔ پھر اسی بھلائی کی ایک خاص صورت اختیار کی جاتی ہے تاکہ اس کی خاص طور پر پابندی کی جائے۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ اللہ کی یاد ایک بھلائی ہے۔ سب سے بڑی بھلائی اور تمام بھلائیوں کا سرچشمہ۔ اس کے لئے عام حکم ہے کہ اللہ کو ہمیشہ ہر حال میں۔ ہر وقت یاد رکھو اور کبھی اس سے غافل نہ ہو۔

"فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔" کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یاد میں لگے رہو اور اللہ کی بہت یاد کرو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔"

"ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل و النهار لآیٰت لاولی الباب الذین یذکرون الله قیاماً و قعوداً و علی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلاً"۔

بے شک آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان لوگوں کے لئے اللہ کی بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔ جو خدا کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے رہتے ہیں اور جو آسمانوں اور زمین کی بناوٹ پر غور کرکے بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! تو نے یہ کارخانے بے کار نہیں بنایا ہے۔

"ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هوٰه و کان امره فرطاً"

اور اس شخص کی بات نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل پایا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا ہے اور جس کے سارے کام حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

یہ اور بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیشہ ہر حال میں خدا کی یاد جاری رکھو۔ کیونکہ خدا کی یاد ہی وہ چیز ہے جو آدمی کے معاملات کو درست رکھتی ہے۔ جہاں آدمی اس کی یاد سے غافل ہوا اور بس نفسانی خواہشوں اور شیطانی وسوسوں نے اس پر قابو پالیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ راہ راست سے بھٹک کر اپنی زندگی کے معاملات میں حد سے گزرنے لگے گا۔ دیکھئے! یہ تو تھا عام حکم۔ اب اسی یاد الٰہی کی ایک صورت تجویز کی گئی۔ نماز اور نماز میں پانچ وقت میں چند رکعتیں فرض کردی گئیں۔ جن میں بیک وقت پانچ چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔ اس طرح چند منٹ اس وقت اور چند منٹ اس وقت یاد الٰہی کو فرض کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بس آپ اتنی ہی دیر کے لئے خدا کو یاد کریں اور باقی وقت اس کو بھول جائیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم اتنی دیر کے لئے تم کو بالکل خدا کی یاد میں لگ جانا چاہئے۔ اس کے بعد اپنے کام بھی کرتے رہو اور اس کو کرتے ہوئے خدا کو بھی یاد کرو۔

بس ایسا ہی معاملہ زکوٰۃ کا بھی ہے۔ یہاں بھی ایک حکم عام ہے اور ایک خاص۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ بخل اور تنگدلی سے بچو کہ یہ برائیوں کی جڑ اور بدیوں کی ماں ہے۔ اپنے اخلاق میں اللہ کا رنگ اختیار کرو جو ہر وقت بے حد و حساب مخلوق پر اپنے فیض کے دریا بہا رہا ہے۔ حالانکہ کسی کا اس پر کوئی حق اور دعویٰ نہیں ہے۔ راہ خدا میں جو کچھ صرف کرسکتے ہو کرو۔ اپنی ضرورتوں سے جتنا بچا سکتے ہو بچاؤ اور اس سے خدا کے دوسرے

ضرورتمند بندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ دین کی خدمت میں اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے میں جان اور مال سے کبھی دریغ نہ کرو۔ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربا کردو۔ یہ تو ہے عام حکم اور اس کے ساتھ ہی خاص حکم یہ ہے کہ اس قدر مال اگر تمہارے پاس جمع ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا خدا کی راہ میں ضرور صرف کرو اور اتنی پیداوار تمہاری زمین میں ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا حصہ تو ضرور خدا کی راہ میں نذر کردو۔ جس طرح چند رکعت نماز فرض ادا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہ رکعتیں پڑھتے وقت خدا کو یاد کرو اور باقی سارے وقتوں میں اس کو بھول جاؤ۔ اسی طرح مال کی ایک چھوٹی سی مقدار راہ خدا میں صرف کرنا جو فرض کیا گیا ہے، اس کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا مال ہو بس انہی کو راہِ خدا میں صرف کرنا چاہئے اور جو اس سے کم مال رکھتے ہوں، انہیں اپنی مٹھیاں بھینچ لینی چاہئیں اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مالدار لوگوں پر جتنی زکوۃ فرض کی گئی ہے بس وہ اتنا ہی خدا کی راہ میں صرف کریں اور اس کے بعد کوئی ضرورتمند آئے تو اسے جھڑک دیں یا دین کی خدمت کا کوئی موقع آئے تو کہہ دیں کہ ہم تو زکوۃ دے چکے۔ اب ہم سے ایک پائی کی بھی امید نہ رکھو۔ زکوۃ فرض کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ کم از کم اتنا مال تو ہر مالدار کو راہ خدا میں دینا ہی پڑے گا۔ اور اس سے زیادہ جس شخص سے جو کچھ بن آئے وہ اس کو صرف کرنا چاہئے۔

اب میں عام حکم اور خاص حکم دونوں کی تھوڑی سی تشریح بیان کروں گا۔

قرآن مجید کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے اس کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی وہ خود ہی بتا دیتا ہے۔ تاکہ محکوم کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکم دیا ہے اس کی وجہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے۔ قرآن مجید کھولتے ہی جس آیت پر آپ کی نظر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ **"ذلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلوٰة و مما رزقنهم ينفقون"**۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان پرہیزگار لوگوں کو زندگی کا سیدھا راستہ بتاتی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہ اصل الاصول بیان کر دیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے تین چیزیں لازمی طور پر شرط ہیں۔ ایک ایمان بالغیب، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے جو رزق بھی اللہ نے دیا ہو۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرنا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ: **"لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون"**۔ تم نیکی کا مقام پا ہی نہیں سکتے جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں نہ خرچ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔

پھر فرمایا: **"الشيطان يعدكم الفقر و يأمركم بالفحشاء"** شیطان تم کو ڈراتا ہے کہ خرچ کروگے تو فقیر ہو جاؤ گے۔ وہ تمہیں شرم کی بات یعنی بخل کی تعلیم دیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا: **"وانفقوا فی سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الی التهلكة"** اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (کہ راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں)۔

آخر میں فرمایا کہ: **"ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون"** اور جو تنگدلی سے بچ گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان کے لئے زندگی بسر کرنے کے دو راستے ہیں۔ ایک خدا کا راستہ ہے جس میں نیکی اور بھلائی اور فلاح اور کامیابی ہے۔ اس راستہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کا دل کھلا ہوا ہو۔ جو رزق بھی تھوڑا یا بہت اللہ نے دیا ہو اس سے خود اپنی ضرورتیں بھی پوری کرے اور اپنے بھائیوں کی مدد بھی کرے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے بھی خرچ کرے۔ دوسرا راستہ شیطان کا راستہ



ہے جس میں بظاہر تو آدمی کو فائدہ ہی فائدہ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اس راستہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی دولت سمیٹنے کی کوشش کرے اور پیسے پیسے پر جان دے اور اس کو دانتوں پر پکڑ کر رکھے تاکہ خرچ نہ ہونے پائے اور خرچ ہو بھی تو بس اپنی ذاتی فائدے اور اپنے نفس کی خواہشات پر ہو۔ اب دیکھئے کہ خدائی راستہ پر چلنے والوں کے لئے راہ خدا میں خرچ کرنے کے کیا طریقے بیان ہوتے ہیں۔ میں ان سب کو نمبروار بیان کرتا ہوں۔

1- سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خرچ کرنے میں صرف خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو۔ کسی کو احسان مند بنانے یا دنیا میں نام کرنے کے لئے خرچ نہ کیا جائے۔

**"وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله"** تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اس سے اللہ کی رضا کے سوا تمہارا اور کوئی مقصود نہیں ہوتا۔

**"يا ايها الذين آمنوا لا تبطلوا صدقتكم بالمن والاذیٰ كالذی ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر۔ فمثله كمثل صفوان عليه تراب فاصابه وابل فتركه صلداً"**

اے اہل ایمان! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کردو۔ جو لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے خرچ کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک چٹان پر مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برسے تو ساری مٹی بہہ جائے اور بس صاف چٹان کی چٹان رہ جائے۔

2- دوسری بات یہ ہے کہ کسی کو پیسہ دے کر یا روٹی کھلا کر یا کپڑا پہنا کر احسان نہ جتایا جائے اور ایسا برتاؤ نہ کیا جائے جس سے اس کے دل کو تکلیف ہو۔

**"الذين ينفقون اموالهم فی سبيل الله ثم لايتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم و لا هم يحزنون، قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها اذی"**۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتاتے اور تکلیف نہیں پہنچاتے۔ ان کے لئے خدا کے ہاں اجر ہے اور انہیں کسی نقصان کا خوف یا رنج نہیں۔ رہی وہ خیرات جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے تو اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سائل کو نرمی سے ٹال دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ بھائی معاف کرو۔

3- تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں اچھا مال دیا جائے۔ برا چھانٹ کر نہ دیا جائے۔ جو لوگ کسی غریب کو دینے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے تلاش کرتے ہیں یا کسی فقیر کو کھلانے کے لئے بدتر سے بدتر کھانا نکالتے ہیں ان کو بس ایسے ہی اجر کی خدا سے بھی توقع رکھنی چاہئے۔

**"يأيها الذين آمنوا انفقوا من طيبٰت ما كسبتم و مما اخرجنا لكم من الارض و لا تيمموا الخبيث منه تنفقون"**۔ اے اہل ایمان جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھا مال خدا کی راہ میں دو۔ یہ نہ کرو کہ خدا کی راہ میں دینے کے لئے برے سے برا تلاش کرنے لگو۔

4- چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو چھپا کر خرچ کیا جائے۔ تاکہ ریا اور نمود کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ اگرچہ کھلے طریقے سے بھی خرچ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ڈھانک چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ **"وان تبدوا الصدقت فنعماهی، و ان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم و يكفر عنكم من سيئاتكم"**۔

اگر کھلے طریقہ سے خیرات کرو تو یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر غریب لوگوں کو دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اس سے تمہارے گناہ دھلتے ہیں۔

5- پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ کم عقل اور نادان لوگوں کو ان کی ضرورت سے زیادہ نہ دیا جائے کہ بگڑ جائیں اور بری عادتوں میں پڑ جائیں۔ بلکہ ان کو جو کچھ دیا جائے ان کی حیثیت کے مطابق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ پیٹ کو روٹی اور پہننے کو کپڑا تو ہر برے سے برے اور بدکار سے بدکار کو بھی ملنا چاہئے۔ مگر شراب نوشی اور چانڈو اور گانجے اور جوئے بازی کے لئے رذیل لوگوں کو پیسہ نہ دینا چاہئے۔

"ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قيماً و ارزقوهم فيها واكسوهم"۔

اپنے اموال جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کے ذریعہ بنایا ہے۔ نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو البتہ ان اموال میں سے ان کو کھانے پہننے کے لئے دو۔

6- چھٹا قاعدہ یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کسی آدمی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو قرض حسن دیا جائے تو تقاضے کرکے اسے پریشان نہ کیا جائے بلکہ اس کو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ آسانی سے ادا کرسکے۔ اور اگر واقعی یہ معلوم ہو کہ وہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور تم اتنا مال رکھتے ہو کہ اس کو آسانی کے ساتھ معاف کرسکتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ معاف کردو۔

"وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة و ان تصدقوا خير لكم ان كنتم تعلمون"

اگر قرضدار تنگدست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دو اور صدقہ کردینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم اس کا فائدہ جانو۔

7- ساتواں قاعدہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کو خیرات کرنے میں بھی حد سے نہ گزرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر خیرات کی جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ سیدھے سادے طریقے سے زندگی بسر کرنے کے لئے جتنی ضرورت انسان کو ہوتی ہے اتنا اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر صرف کرے اور جو باقی بچے اسے خدا کی راہ میں دے۔ "ويسئلونك ماذا ينفقون قل العفو" پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ اے نبی! کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

"والذين اذا انفقوا لم يسرفوا و لم يقتروا و كان بين ذلك قواماً"

اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کریں تو نہ فضول خرچی کریں اور نہ بہت تنگی کرجائیں۔ بلکہ ان کا طریقہ ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں ہو۔ "ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً"

نہ تو اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو کہ گردن سے بندھا ہوا ہے اور نہ اتنا کھول دو کہ حسرت زدہ بیٹھے رہو اور لوگ بھی تم کو ملامت کریں۔

8- آخر میں یہ بھی سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مستحقین کی پوری فہرست بتادی ہے۔ جس کو دیکھ کر آپ کو معلوم ہوسکتا ہے کہ کون کون لوگ آپ کی مدد کے مستحق ہیں اور کن کا حق اللہ تعالیٰ نے آپ کی کمائی میں رکھا ہے:

"فآت ذا القربىٰ حقه والمسكين وابن السبيل" اپنے غریب رشتہ داروں کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔

"وآتى المال علىٰ حبه ذوى القربىٰ واليتمىٰ والمسٰكين وابن السبيل والسائلين و فى الرقاب"

اور نیک وہ ہے جو خدا کی محبت میں مال دے اپنے غریب رشتہ داروں کو اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور ایسے لوگوں کو جن کی گردنیں غلامی اور اسیری میں پھنسی ہوئی ہوں۔

"وبالوالدين احساناً وبذى القربىٰ واليتمىٰ والمسٰكين والجارذى القربىٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل و ما ملكت ايمانكم"۔ اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔



"ويطعمون الطعام علىٰ حبه مسكيناً ويتيماً واسيراً، انما نطعمكم لوجه الله لا نريد منكم جزآء ولا شكوراً، انا نخاف من ربنا يوماً عبوساً قمطريراً" اور نیک لوگوں کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض خدا کے لئے کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔ ہم کو تو اپنے خدا سے اس دن کا ڈر لگا ہوا ہے۔ جس کی شدت کی وجہ سے لوگوں کے منہ سکڑ جائیں گے اور تیوریاں چڑھ جائیں گی۔

للفقراء الذين أحصروا فى سبيل الله لا يستطيعون ضرباً فى الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الحافاً، وما تنفقوا من خير فان الله به عليم "خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو اپنا سارا وقت خدا کے کام میں دے کر ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی روٹی کمانے کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے ان کی خودداری کو دیکھ کر تم گمان کرتے ہو کہ وہ غنی ہیں مگر ان کی صورت دیکھ کر تم پہچان سکتے ہو کہ ان پر کیا گزر رہی ہے (ان کو خود جاکر دو۔ کیونکہ) وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر مانگتے پھریں۔ ان کو (ڈھانک چھپا کر) جو کچھ بھی تم خیرات دو گے۔ اللہ کو اس کی خبر ہوگی اور وہ اس کا بدلہ دے گا۔

## رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف پندرہ روپے اور سالانہ خریداری 150/روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

سید منور حسین

# رمضان الکریم

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیک اور بھلا کام کرے تو اس کو ایسا ثواب ہوتا ہے جیسے اور مہینوں میں فرض کا ثواب۔ اور جو کوئی اس مہینہ میں فرض بجالائے تو ایسا ثواب ہوتا ہے، جیسے اور مہینوں یں ستر فرضوں کا ثواب۔ یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں رحمت ہے اور اس کے درمیانی دنوں میں مغفرت و بخشش ہے اور اس کے آخری حصہ میں دوزخ سے آزادی ہے۔

اس مہینہ میں چار باتیں کثرت سے کیا کرو، دو تو ایسی ہیں کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دو گے اور دو ایسی ہیں کہ تم کو بھی ان سے چارہ نہیں ہے...... وہ دو باتیں جس سے تم اللہ کو خوش کر دو گے وہ تو یہ ہیں کہ اس مہینے میں کثرت سے کلمہ شہادت و استغفار پڑھا کرو، اور وہ دو باتیں جو تمہارے لئے بہت ضروری ہیں، وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کیا کرو اور دوزخ سے پناہ مانگا کرو۔

اللہ رب العزت کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں دین کا صحیح فہم نصیب کیا اور ایک پاکیزہ نظم سے منسلک ہو کر اجتماعی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔ اس گئے گزرے دور میں ہر طرف پھیلی ہوئی تاریکی و جہالت کو دیکھئے۔ دین سے بے راہ روی اور گریز کی ان گنت راہوں کو دیکھئے اور اپنی خوش بختی کا اندازہ کیجئے کہ اس مالک بزرگ و برتر نے اپنے دین کی سربلندی، پاسبانی اور اس کی غربت کو دور کرنے کے لئے ہمیں منتخب کیا ہے...... کیسی خوش نصیبی ہمارے حصے میں آئی ہے کہ اس رحمان و رحیم نے اپنے محبوب بندہ بننے، عبادالرحمٰن میں اپنا نام لکھوانے اور اپنی رضا و خوشنودی کے نصب العین کے لئے جدوجہد کرنے والوں میں ہمیں شامل کیا ہے۔ لیکن جہاں یہ سعادت و خوش بختی ہے وہاں ایک گراں بار ذمہ داری اور نازک فریضہ بھی ہے...... اس سے کسی درجہ میں بھی پہلو تہی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے کم نہیں۔ اس کام میں تھوڑی سی سستی اور تساہلی بھی سخت پکڑ اور کڑی باز پرس سے ہمکنار کرنے والا ہے۔

آپ سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ آپ کو اس مبارک مہینے میں نیکیاں کمانے اور اجر سمیٹنے کی طرف متوجہ کروں۔ ہمیشہ قائم و باقی رہنے والی زندگی کے لئے قیمتی اثاثہ اور متاع بے بہا جمع کرنے کا یہ موقع ہے۔ اپنے رب سے تعلق مضبوط کرنے اور اس کی قربت حاصل کرنے کا یہ بہترین زمانہ ہے۔ اس تعلق کا گھٹنا اور بڑھنا، دراصل ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایمان کا بڑھنا، اس میں روز افزوں اضافہ اور ترقی پر انسان کی فلاح کا، اس کی کامرانی و کامیابی کا اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں اس کی سرخروئی اور مغفرت کا پیشگی پروانہ ہے۔

ہم پر اللہ رب العزت کے ان گنت احسانات، فضل اور نوازشیں تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اس کا شکر ادا کریں، اس کا ذکر کریں اور اس کی راہ میں مسلسل جہاد کریں۔

شکر کی بہترین شکل خشیت قلب، رجوع اور انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ ذکر کی مکمل ترین صورت نماز ہے۔ اور اپنی زندگی کا نصب العین رضائے الٰہی قرار دے لینے اور اپنے رب سے اپنے عہد کی تجدید کر لینے کے بعد اس کے تمام تقاضوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا مسلسل جہاد ہے۔

ماہ صیام ایک بار پھر ہم پر اپنی رحمت و کرم کی بارش کیا چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس مبارک ماہ کی ویسی ہی قدر کریں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ فریضہ



اقامت دین انجام دینے والے ایک کارکن کی نظر سے دیکھیں تو یہ مہینہ اپنے آپ کو علم دین سے لیس کرنے، خوب اجر سمیٹنے، چھوٹی بڑی نیکیاں اپنا شعار بنا لینے، اپنے نفس پر قابو پانے، ایک مجاہد کا سا مضبوط ایمان پیدا کرنے، مرد مومن کی سی نگاہ دور رس پیدا کرنے...... مختصر یہ کہ اپنے مالک حقیقی سے قرب حاصل کرنے، اپنے آپ کو اس کے انعامات اور فضل کا مستحق قرار دینے، اس کی جانب سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کر سکنے کے قابل بنانے اور بحیثیت مجموعی دین کا اچھا کارکن اور اللہ کی راہ کا زیادہ مستعد سپاہی بنانے کی راہ میں انتہائی مفید دکھائی دے گا۔

بھائیو اور بہنو! ان دنوں اپنے معمولات کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں بالکل تبدیل کر دیجئے۔ اپنا زیادہ وقت تلاوت قرآن، نماز اور مطالعہ میں گزاریے۔ اٹھتے بیٹھتے خالی اوقات میں مسنون اذکار کا سہارا لیجئے۔ جب بات کیجئے تو نیکی کی بات کیجئے۔ آپ کی خاموشی فکر و تدبر میں ڈوبی ہوئی ہو۔ جتنا زیادہ خدا کی راہ میں انفاق کر سکتے ہوں کر گزریئے۔ اپنے رب سے دعائیں کیجئے، گناہوں پر معافی مانگئے، گریہ و زاری کیجئے اور مغفرت طلب کیجئے۔ نماز تہجد کا اہتمام سال کے گیارہ ماہ مشکل ہو تو ہو اس مہینہ میں کوشش کیجئے کہ ایک دن بھی ایسا نہ گزرے جب آپ نے تہجد ادا نہ کی ہو۔

تحریک اسلامی کے دشوار اور کٹھن مراحل ہم اس وقت تک طے نہیں کر سکتے جب تک کہ ہماری سیرت پختہ اور مضبوط بنیادوں پر استوار نہ ہو اور ہم میں بے پناہ صبر اور خدا خوفی کا داعیہ موجود نہ ہو۔ زندگی کی آسائشیں اور دنیا کی چمک دمک میں الجھ کر ہم اکثر اپنے مقصد حیات کو بھول جاتے ہیں۔ ہم اس وقت تک ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکتے، باطل کے مقابلہ میں چٹان ثابت نہیں ہو سکتے، جب تک کہ ہماری سیرت بندگی رب کے مفہوم سے پوری طرح آشنا نہ ہو اور خواہشات نفس کو دبانے کی ہم نے مشق نہ بہم پہنچائی ہو۔

ہمارا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے۔ ہمیں نہ صرف خود راہ حق پر چلنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی چلانا ہے۔ ہمیں نہ صرف اپنی زندگیوں میں دین کو قائم کرنا ہے بلکہ اپنے ماحول، معاشرہ اور پورے ملک میں دین کی اقامت کی ذمہ داری ہم نے قبول کی ہے۔ اس کام کے لئے ہمیں خلوص کی وافر مقدار، مضبوط ایمان اور صبر و حکمت کا سرمایہ درکار ہے۔ دوسری جانب انتہائی پختہ سیرت و کردار، عزم و ارادہ اور سب سے اہم شے اللہ کی معیت، اللہ کی نصرت و توفیق اور اس کی رضا کی ضرورت ہے۔

رمضان المبارک ہمارے لئے ایک بیش بہا نعمت ہے۔ ایک گرانقدر تحفہ ہے لیکن کم ہی لوگ اس سے کما حقہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بیشتر کے حصہ میں تو سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں آتا۔

ماہ رمضان المبارک کے سلسلہ میں آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔ امید ہے آپ ان پر خصوصی توجہ دیں گے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس ماہ کے شروع میں، ممکن ہو تو شروع ہونے سے پہلے، 2 رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اس مبارک ماہ سے زیادہ استفادے کے لئے اپنے ارادہ و عزم کو پختہ کیجئے۔

یہ تحریر اور ممکن ہو تو رمضان اول تعمیر سیرت سے متعلق دوسری کتب پڑھ کر مہینہ بھر کے لئے پروگرام بنالیجئے کہ پورا مہینہ کیونکر گزارنا ہے۔ جس خطرے سے آپ کو اپنی سب سے زیادہ محافظت کرنی ہے وہ اس ماہ کے قیمتی لمحات کا غیر شعوری طور پر گزارتے جانا ہے۔

پھر مہینہ بھر آپ کا کام یہ ہو کہ اس پروگرام پر عمل کریں، روزانہ اس کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کر لیجئے، اپنا احتساب کیجئے اور خود کو ہرگز کوئی رعایت نہ دیجئے۔ اگر کبھی آپ کے اپنے بنائے ہوئے پروگرام میں کوئی کمی رہ جائے تو اسے پورا کئے بغیر چین سے نہ بیٹھئے۔

جو بات اپنی نظروں سے کبھی اوجھل

نہ ہونے دیں وہ یہ ہے کہ ہماری ساری کوششوں کا منتہا اپنے رب کی رضا کا حصول ہے۔ یہ اس سے مضبوط تعلق پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ تعلق باللہ ہی وہ سرچشمہ ہے جہاں سے ہم زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کے دین کی اقامت کے لئے جذبہ اور لگن پاسکتے ہیں۔ جتنا ہم اس راہ میں پیش پیش ہوں گے، اتنا ہی اپنے نصب العین سے قریب ہوں گے اور جس قدر اس میدان میں پیچھے ہوں گے اتنا ہی اپنے نصب العین سے دور ہوں گے۔ اس امر کی خصوصی کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارے اعمال اپنے رب کے لئے زیادہ سے زیادہ خالص ہوں۔ اپنی منصوبہ بندی اور پروگرام میں آپ جن امور کا خیال رکھیں اور جن باتوں پر احتساب و جائزہ لیتے رہیں، ان میں یہ امور بھی پیش نظر رہیں:

**نماز:** فرض نمازوں کو پورے اہتمام سے ادا کریں۔ اس کے لئے شعوری کوشش اور تیاری کی ضرورت ہے۔ مسجد پہلے سے پہنچ جائیں اور جماعت کا انتظار کریں۔ اس مہینے میں خصوصیت سے تکبیر اولیٰ پانے کی واقعی کوشش ہونی چاہئے۔ نماز میں الفاظ کی ادائیگی شعوری طور پر کریں۔ قرآن کے نئے حصے یاد کرکے تلاوت کریں۔ رکوع و سجود جن کیفیات و جذبات کا مظہر ہیں ان کا استحصال نہ کریں۔ خاص اہتمام کریں کہ کوئی نماز بلا جماعت نہ ہو۔

اس ماہ نوافل کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، کچھ تو اپنے اوپر خود ہی لازم کرلیں اور پورے ماہ پابندی سے ادا کریں نماز تہجد کے لئے جو آسانی اس ماہ میسر آتی ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایئے۔ کسی رات ناغہ نہ ہو...... اس کا تمام تر انحصار آپ کی اپنی شعوری کوشش پر ہے۔

**قرآن:** یہ مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس ماہ قرآن پاک سے خصوصی تعلق استوار کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ تراویح میں پورا قرآن سننے کا موقع ملتا ہے، اسے سہل پسندی کی نذر نہ ہونے دیجئے۔ بلکہ التزام کرکے پورا قرآن سماعت کیجئے اور بہتر یہ ہے کہ پڑھے جانے والے رکوعات کو پہلے ہی ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیا جائے تاکہ رمضان میں پورے قرآن کی تلاوت ہوجائے۔ وقت کی پابندی ضرور کریں اور اس کے لئے ایک مناسب وقت اختتام سحری سے طلوع آفتاب تک کا ہے۔ جو وقت آپ نے مقرر کیا ہے اس کے علاوہ بھی زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت قرآن میں صرف کریں...... باقاعدہ مطالعہ کے لئے قرآن کا کوئی حصہ منتخب کرلیجئے (مثلاً آخری منزل) اور اسے زیادہ گہری نظر سے کسی تفسیر اور تفہیم القرآن کی مدد سے پڑھنے کی کوشش کیجئے۔ بعض حصوں خصوصاً آخری پاروں اور منتخب رکوعات کے حفظ کا اہتمام بھی کیا جانا چاہئے۔

**مطالعہ:** اس میں اصل چیز باقاعدگی ہے۔ روزانہ کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالئے۔ جو کتابیں آپ چاہیں منتخب کرسکتے ہیں۔ کچھ بطور مشورہ تجویز بھی کی جارہی ہیں۔

حدیث...... راہ عمل، زادراہ،

لٹریچر...... مسلمان کے روز و شب، ہدایات، خاصان خدا کی نماز، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، اپنی اصلاح آپ، اساس دین کی تعمیر، اسوہ صحابہ وغیرہ۔

**انفاق:** اس ماہ سعید میں انفاق فی سبیل اللہ اپنے اوپر لازم کرلیجئے خواہ کتنی ہی چھوٹی مقدار اور قلیل رقم کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی اور جذبے کو دیکھتا ہے جو اس کا بندہ اس کی راہ میں کرتا ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے دعا بھی کیجئے کہ وہ اپنی راہ میں آپ کے انفاق کو قبول کرلے۔ اس سے مزید کی توفیق بھی مانگئے اور دیئے ہوئے مال پر ستر گنا اجر کا یقین رکھئے۔

**کفارہ:** گناہ ہر حال میں گناہ ہے۔ لیکن اس وقت جب کہ انسان اللہ کی خاطر روزہ کی حالت میں ہو یہ گناہ زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔ گناہوں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کیجئے اور جو گناہ پھر بھی ہوجائیں ان پر ایک مقررہ رقم بطور کفارہ راہ خدا میں خرچ کردیجئے۔ اس



طرح خود کو گناہوں سے باز رکھنے میں آسانی ہوگی اور آپ نیکی کی راہ میں آگے بڑھ سکیں گے۔

**اعتکاف:** ممکن ہو تو آخری عشرے میں اعتکاف کی سعادت حاصل کیجئے۔ دس دن کے اس مجاہدے کو آپ ذاتی احتساب، تزکیہ نفس اور آئندہ زندگی رضائے الٰہی کی طلب میں گزارنے کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے اکسیر پائیں گے۔

**دعوت الی اللہ:** عوام کے دل بھی اس ماہ نسبتاً زیادہ اپنے رب کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ تمام شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اور بدی کو کھیل کھیلنے کا موقع آسانی سے نہیں ملتا۔ ہمارے کام کے لئے یہ موسم بہار ہے۔ ہر طرف نیکی کا چرچا ہوتا ہے۔ ہماری تھوڑی سی کوشش بھی عوام کے قلوب ہماری دعوت کے لئے مسخر کرسکتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کے محلہ اور قرب و جوار میں جو بااثر، رسوخ والے اور باصلاحیت افراد ہوں، ان کو ہدف بناکر کام کیجئے۔ ان سے ملاقاتیں، افطار پر بلانا اور ان کے لئے اللہ سے خصوصی دعائیں آپ کے کام کو آسان کردیں گی۔ اپنی بہترین کوششیں اس امر پر مرکوز کیجئے کہ عوام صرف نماز، روزہ پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ان عبادات کے تقاضوں کو سمجھ کر ان کی ادائیگی کی خاطر ہمارے ساتھ آملیں۔ مساجد میں، اجتماعی سرگرمیوں میں اور دیگر اس طرح کے موقعوں پر، عبادات کی غرض پر روشنی ڈالئے تاکہ ماہ رمضان زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دین کا حقیقی اور وسیع مفہوم سمجھانے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس سلسلہ میں "اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر" کا مطالعہ آپ کے کام کو آسان بنادے گا۔ عوام کو اپنی طرف راغب کرنے کے مختلف ذرائع میں سے ایک "دعوت افطار" ہے، اسے شعوری طور پر اس مقصد کے لئے استعمال میں لایئے۔

**دعائیں:** شروع ہی سے یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی دعاؤں کو شرف قبولیت دلانے کا اس سے اچھا موقع پھر نہ ملے گا۔ یہ سوچ کر اپنے رب سے جو کچھ بھی مانگنا ہو، مانگیں اور بار بار طلب کریں، خصوصاً ان اوقات میں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ہمیشہ اس اعتقاد کے ساتھ مانگیں کہ خلوص دل سے طلب کی ہوئی کوئی اچھی چیز اللہ تعالیٰ کبھی رد نہ فرمائیں گے۔ افطار سے قبل دعا کی قبولیت احادیث سے ثابت ہے۔ ان لمحات کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیجئے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اس سے بھرپور فائدہ اٹھایئے۔ سونے، جاگنے، مسجد میں داخل ہونے، باہر نکلنے افطار و سحری کرنے، شکریہ ادا کرنے اور نیا کپڑا پہننے وغیرہ کے موقع پر جو دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، انہیں یاد کریں اور اہتمام سے بارگاہ رب العزت میں پیش کریں۔

اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، تحریک اسلامی، اس کے قائد اور دیگر ذمہ دار حضرات کے لئے خصوصی دعائیں کیجئے۔ جماعت کے رفقا کے لئے بالعموم اور جن سے آپ قریبی تعلق محسوس کرتے ہیں ان کے لئے بالخصوص نام بنام دعائیں کیجئے۔ جن لوگوں سے آپ روابط قائم کئے ہوتے ہیں اور انہیں اپنی دعوت پہنچا رہے ہیں، ان کے قلوب دعوت کی طرف پھیر دینے کے لئے اللہ سے نصرت طلب کیجئے۔

**واقعات:** رمضان کا یہ مہینہ اسلامی اور قومی تاریخ کے اہم واقعات کی یاد دہانی ہے۔ غزوہ بدر اور فتح مکہ دو ایسے سنگ ہائے میل ہیں جو آج بھی تحریک اسلامی کے مستقبل کے لئے روشنی فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح سندھ میں اسلام کی آمد کی یاد میں یوم باب الاسلام، اور قیام پاکستان تاریخ ساز واقعات ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ہماری سعی و جہد کو اپنے لئے خالص کرلے اور ہم سے وہ کام لے لے جس سے وہ راضی ہوجائے۔ آمین۔

اخذ و تلخیص: خرم مراد

# ماہ مبارک اور تقویٰ

آیئے، روزے کے قرآنی مطالب کو قرآن ہی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

## تقویٰ اور روزہ

الصیام (یعنی روزوں) کا مطالبہ سورہ البقرہ کی آیات (183 تا 185) میں کیا گیا ہے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ روزہ آدمی میں "تقویٰ" کے جذبے کو ابھارتا اور بیدار کرتا ہے۔ اس کے بعد اطلاع دی گئی ہے کہ رمضان ہی کے مہینے میں چونکہ قرآن کے نزول کی ابتداء ہوئی، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مہینے کو روزے کے ساتھ گزاریں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ "تقویٰ" کا مطلب کیا ہے، روزے سے اس کا کیا تعلق ہے اور تقویٰ کے جس جذبے کو روزہ ابھارتا اور جگاتا ہے، انسانی فطرت کے اس جذبے سے قرآن کا کیا تعلق ہے؟

ایک مثال اپنے ساتھ رکھ لیجئے۔ روشنی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے جس کی بینائی کی قوت آلائشوں سے پاک و صاف ہو۔ اس مثال کے پیش نظر غور کیجئے، قرآن کیا ہے؟ آدمی کی آئینی زندگی کے قدرتی دستورالعمل ہی کا نام قرآن ہے۔ اس طرح تقویٰ جس کا ترجمہ عموماً پرہیز یا ڈر وغیرہ کے الفاظ سے کر دیا جاتا ہے، فطرتِ انسانی کے اس خاص رجحان کی تعبیر ہے جس نے آدمی کو آئین پسند بنا دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک جنون سے کسی کا دماغ ماؤف ہی نہ کیا ہو، ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اعمال و افعال میں ہم مطلق العنان بنا کر نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی، جو جی میں آئے اسے کہہ گزریں، جسے چاہیں مار بیٹھیں، قتل کر دیں، جن کا مال چاہیں اڑا لیں، سڑکوں پر ننگے ہو کر ناچیں، تھرکیں۔ یہ یا اسی قسم کے بہت سے کام کرنے پر ہم آمادہ ہو جائیں تو انہیں کر تو سکتے ہیں لیکن اندر کی آواز ہمیں ٹوکتی ہے اور حدود میں رہنے کا تقاضا کرتی ہے۔ کچھ کام ایسے ہیں جو کئے جائیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو نہ کئے جائیں۔ یہ تقسیم ہمارے اعمال و افعال کی، سچ پوچھئے تو تقویٰ ہی کے فطری جذبے کی پیداوار ہے۔

کون کون سے کام کرنے کے ہیں اور کون سے نہ کرنے کے، تفصیلات میں تو اختلاف ممکن ہے لیکن ان دو حصوں میں اعمال کی تقسیم، انسان کا فطری احساس ہے۔ کسی شخص کے متعلق جوں ہی پتہ چلتا ہے کہ اعمال و افعال کی حد بندی کے تقاضوں سے آزاد ہو گیا ہے، اس کے پاگل ہو جانے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اگر تقویٰ کی واقعی حقیقت یہی ہے جو عرض کی گئی تو پھر کتنی آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کو یعنی آئینی زندگی کے قدرتی دستورالعمل کو سپرد کرتے ہوئے، تقویٰ کے احساس کو چونکانے والے اور جگانے والے عمل، یعنی روزے کی پابندی کا بھی ٹھیک اسی مہینے میں کیوں مکلف بنایا گیا جس میں قرآن کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ آئین و دستور کی پابندی کا مطالبہ باہر سے جن پر پیش ہو رہا تھا، ضرورت تھی کہ ان کے اندر بھی اس احساس اور جذبے کے اجاگر کرنے کا انتظام کیا جائے جس پر آدمی کی آئینی زندگی کا دار و مدار ہے۔

یہ ہے "تقویٰ" اور "قرآن" میں تعلق۔ گویا آئین کے لئے ساتھ آئین پسندی کے جذبے کو بھی بیدار رکھنے کے لئے بندوبست کیا گیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آدمی میں آئین پسندی یعنی تقویٰ کا جو جذبہ فطرتاً پایا جاتا ہے، اس کے ابھارنے اور اس کو تر و تازہ رکھنے میں روزہ سے کیوں مدد ملتی ہے؟

اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں بار بار جس



چیز کی ضرورت آدمی کو ہوتی ہو، روزمرہ کی اسی ضرورت سے اچانک دست بردار ہو جانے پر آمادہ ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آئینی حدود کے اندر اپنے کو روکے رکھنے کی پوری قوت اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ سال کے گیارہ مہینوں میں جو کھا رہا تھا، پی رہا تھا، جنسی تقاضوں کی تکمیل پر جس کو کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی، وہی بارہویں مہینے میں اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلتا ہے کہ ساری چیزیں، جس کا گیارہ مہینوں میں عادی تھا، ان کو چھوڑ بیٹھا۔ آئینی جذبے کی مشق کی اس سے زیادہ بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی۔

اب پڑھئے روزہ والی آیتوں کو۔ انصاف سے بتایا جائے کہ خود قرآن نے روزہ کے قانون کو نافذ کرتے ہوئے جو کچھ اس کے متعلق بیان کیا ہے، دل آویزی اور دل نشینی کی جتنی غیر معمولی خنکی اس میں پائی جاتی ہے، کیا عقل کے ناخن تراشوں کی تاویلوں میں اس کے بعد کچھ بھی جان رہ جاتی ہے؟ اور یہی میں کہنا چاہتا ہوں کہ روزہ اور اس کے اسرار و حکم اور وجود و مصالح کو سمجھنے کے لئے بجائے قرآن کے غیر قرآنی راہوں سے مدد لینے کی قطعاً حاجت نہیں۔

## دوسرے مذاہب سے تعلق

روزے کے مطالبے کو مسلمانوں پر عائد کرتے ہوئے گذشتہ ادیان و مذاہب کو ماننے والی امتوں کے ساتھ اپنے تاریخی رشتے کا "اعادہ کما کتب علی الذین من قبلکم" کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

اس سے مسلمانوں میں یہ نفسیاتی اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم الٰہی کا بار اٹھانے میں وہ بھی ان میں ان کے شریک ہیں۔ اسی سے خود بخود یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ روزے کا مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں ہے کہ جسے بار سمجھا جائے۔ آخر جس کام کو تاریخ کے نامعلوم زمانے سے انسانیت برداشت کرتی چلی آ رہی ہے، اس کو بار اور بوجھ قرار دینے کے معنیٰ ہی کیا ہو سکتے ہیں۔ گویا برداشت کے لحاظ سے یہ تجربہ کیا ہوا، جانچا اور پرکھا ہوا عمل ہے، سمجھا جائے تو یہ اشارہ بھی قرآن کے الفاظ سے ہمیں مل سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حیوانی ضرورتوں کے لئے حرارت، روشنی، ہوا، پانی وغیرہ جیسی قدرتی امدادوں کا آدمی ہر زمانے میں ہر جگہ محتاج رہا ہے، یہی نوعیت قدرت کے ان قوانین کی بھی ہے جس کی پابندی کے بغیر انسان، انسان نہیں رہ سکتا۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "اگلوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا" تو اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ بھی قدرت کے ان ہی قوانین میں شریک ہے جن سے نہ اگلے بے نیاز ہو کر رہ سکتے تھے اور نہ پچھلے اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔

یورپ و امریکہ کے علمی حلقوں میں آج کل مذاہب و ادیان کی تنقید و تحقیق کے سلسلے میں تقابلی مطالعے کو سب سے زیادہ عالمانہ طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ پہلے تو مذہبی پیشہ وروں، یعنی پادریوں نے اس کام کو شروع کیا تھا۔ بعد کو ان ہی پادریوں کی اولاد دوسرے علمی القاب اور خطاب کے ساتھ اسی کام کو ریسرچ اور تحقیق کے نام سے انجام دینے لگی۔ باور یہی کرایا جاتا ہے کہ تنقید و تحقیق کی ان راہوں میں کسی خاص مذہب یا دین کی پاسداری خیانت اور علمی بددیانتی سمجھی جائے گی لیکن سارے پاپڑ دراصل کسی خاص مذہب کی تائید و حمایت ہی کے لئے بیلے جاتے ہیں۔

اس تقابلی مطالعے میں مختلف ادیان و مذاہب اور ان کے پیش کرنے والے بزرگوں کی تحقیر و تنقیص سے دامن ضرور آلودہ ہوتا ہے۔ تحقیر و تنقیص کے ان قصوں سے دلوں کو جو دکھ پہنچ جاتا ہے یا پہنچایا جاتا ہے، دل آزاری کی جو آندھیاں چل پڑتی ہیں، ان کا رکنا یا روکنا ناممکن ہوتا ہے۔

اس بات میں غیروں سے نہ مجھے شکایت ہے اور نہ شکایت کا حق حاصل ہے مگر مسلمانوں میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعوت و تبلیغ کے قرآنی منہج خاص سے لاپروا ہو کر، کچھ لوگ کچھ دنوں سے ان ہی باتوں کی حوصلہ افزائیوں، میں مشغول ہیں جن سے تقابلی مطالعے اور اس طریقے کے سارے مفاسد اور زہریلے فتنوں کی نشو و نما میں مدد مل رہی ہے۔ دیکھتا ہوں اور دل ہی دل میں گھٹتا ہوں، کڑھتا ہوں۔ قرآن

سکھاتا ہے کہ بنی آدم کی جن جن نسلوں کو مسلمانوں سے پہلے، اپنے اپنے وقت میں انسانی زندگی کے قدرتی دستورالعمل کا مخاطب و مکلف خالق کائنات نے بنایا تھا ان سب سے مسلمانوں کا تاریخی رشتہ تکذیب و تغلیط اور تحقیر و توہین کا نہیں قطعاً نہیں بلکہ تصدیق و توثیق کا ہے۔ ایک ہی دیوان عشق کے ہم سبق ہم سب کے سب ہیں، ایک لاہوتی کالج سب کی تعلیم گاہ ہے، حقیقی معلم اور واقعی استاد بھی سب کا ایک ہی ہے اور بجز معمولی رد و بدل کے، اصولاً تعلیمی نصاب بھی اگلوں اور پچھلوں کا اول سے آخر تک ایک ہی رہا ہے۔

قرآن نے اپنے ماننے والوں کی ذہنی تربیت ہی کچھ ایسے ڈھنگ سے کی ہے کہ ہمارے پیشوا تمہارے پیشوا، ہمارے دینی بزرگ تمہارے دینی بزرگ...... یہ ہم تم کا سوال ہی، مذہب اور دین کے دائرے میں ان کی نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گیا ہے۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان دنیا کے مذہبی پیشواؤں اور بزرگوں کا جب ذکر کرتے ہیں تو سننے والا یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ خود اپنے گھر کے بزرگوں کا ذکر کر رہے ہیں یا ان لوگوں کا جن کو یہودی اپنا پیغمبر یا عیسائی اپنے دین کی سب سے بڑی ہستی تسلیم کرتے ہیں۔ دراصل گھر اور باہر کے اس فرق کو مسلمانوں کا دینی احساس پہچانتا ہی نہیں ہے۔

مسلمانوں پر روزے کو عائد کرتے ہوئے بجائے یہ فرمانے کے کہ مسلمانوں کے دین کا یہ کوئی امتیازی سرمایہ ہے، قرآن نے صاف لفظوں میں یہ اطلاع دی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے بھی لوگ اسی کی پابندی کرتے چلے آئے ہیں۔

قرآن اگر یہ کہتا ہے کہ بچھڑے ہوؤں کو ملانا اور اپنے بزرگوں کی راہ سے جو ہٹ گئے ہیں اسی راہ پر ان کو واپس لانا، یہ بھی اس کا اساسی نصب العین ہے، تو روزہ کے بارے میں اس بیان کی تعبیر اور کیا کی جائے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ دین کی دعوت میں لوگ دل آزاری کی راہوں کو چھوڑ کر قرآنی راستے پر اگر چلتے تو جن قوموں کی اسلام سے محرومی مدت، دراز سے دراز تر ہوتی چلی جارہی ہے، بہت مختصر ہو جاتی۔

ضرورت ہے کہ تصدیق و توثیق کے رشتے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ گذشتہ ادیان و مذاہب کے جن پہلوؤں کی تصحیح یا تکمیل کا کام قرآن نے انجام دیا ہے، اس کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اسی موقع پر دیکھئے۔ رمضان ہی کے مہینے کو روزے کے لئے متعین کرتے ہوئے، نزول قرآن کے ذکر میں یہ فرما کر کہ نسل انسانی کی ہدایت کا سرچشمہ یہ کتاب ہے، آگے اسی کی خصوصیت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے: ''من الھدیٰ و الفرقان'' (البقرہ : 185) ہدایت کی کھلی کھلی باتوں پر (قرآن مشتمل ہے) اور الفرقان بھی ہے۔ مطلب یہی ہے کہ مذاہب و ادیان کے بیانات، یعنی واضح اور کھلے کھلے حقائق جنہیں عام طور پر لوگ جانتے ہیں، ان کے سوا قرآن الفرقان بھی ہے۔ یعنی بیرونی آمیزشوں اور خارجی آلائشوں کو تمام مذاہب و ادیان سے جدا کرنا، سب کو پاک و صاف کرنا، یہ بھی قرآن ہی کا ایک پہلو ہے۔ اس لئے رمضان یا نزول قرآن کا مہینہ ان لوگوں کا بھی دینی مہینہ ہے جن کے پاس پہلے سے ہدایت کے بینات نہ تھے اور جن کے پاس کسی نہ کسی شکل میں ہدایت کے یہ بینات باقی رہ گئے تھے، ان کے لئے یہی رمضان اس لئے دینی مہینہ بن گیا کہ قرآن کے فرقانی پہلو سے استفادہ کا موقع ان کو بھی ملا۔ یوں رمضان ساری انسانی نسلوں، خاندانوں اور قبیلوں کا دینی مہینہ بن جاتا ہے۔

بہرحال! مجھے کہنا یہی ہے کہ قرآن جیسی خود مکتفی کتاب کی اشاعت و تبلیغ کے لئے، یا اس کی تعلیمات کی توجیہ و تاویل کے لئے غیر قرآنی ذرائع کی دست نگری کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن آگے تو کیا بڑھتا، خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں (لا فعلہ اللہ) اس کا دائرہ گھٹ نہ جائے۔ اگرچہ یہ خطرہ بھی صرف دلوں کے ایک وسواسی خطرے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

## روزہ میں یسر

روزے کے متعلق یہ طریقہ تعبیر اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے تو ایام معدودات، یعنی چند گنے چنے دن روزہ فرض ہوا اور بعد کو پھر



رمضان کا مہینہ مقرر کر دیا گیا۔ یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے جدا سمجھے جاتے ہیں لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ یہ دونوں دو مستقل مطالبے نہیں ہیں۔ رمضان ہی کے مہینے کو روزے کے حکم کی تکمیل کا مہینہ مقرر کرنا مقصود تھا لیکن اسی مقصد کو پہلے عام الفاظ میں ادا کیا گیا۔ یعنی بڑی مدت روزے کے لئے نہیں بلکہ ''چند گنے چنے دن'' کی حد تک اس عمل میں مسلمانوں کو مشغول ہونا پڑے گا۔ پھر ان ہی گنے چنے دنوں کی تفصیل یہ کی گئی کہ وہ رمضان کا مہینہ ہے، یہ یسر کی وضاحت ہے۔

روزہ کی یہ حقیقت قابل غور ہے کہ سب سے زیادہ آدمی جن چیزوں کا عادی ہوتا ہے، روزے کی وجہ سے اپنی اسی دوامی عادت سے دست برداری کی مشق پیدا ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین ہو یا دنیا، زندگی کے تمام شعبوں میں اس مشق سے یہ مدد ملتی ہے کہ عادت کے خلاف کسی قسم کی مشکلات سے دوچار ہونے کا موقع سامنے آجائے تو روزے کی مشق ان مشکلات کو قدرتاً روزہ رکھنے والوں کے لئے آسان بنا دیتی ہے۔ اسی لئے جن رعایتوں اور جن شروط کے ساتھ روزہ کا مطالبہ واجب کیا گیا ہے ان ہی کو دیکھ کر تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ مشقت اور دشواری میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے مقابلے میں روزے کی مشق سے زندگی کی عام مشکلات میں مدد ملتی ہے۔ خصوصاً قمری مہینے کی وجہ سے ہر موسم اور اس کے ہر حال میں روزہ رکھنے کی عادت سہولت کے دائرے میں جس وسعت کو پیدا کرتی ہے اور مشقت کی برداشت کی قوت کو بڑھاتی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ روزے سے آسانی پیدا کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

## شکر اور وفاقی تعلق

انسانیت، ہدایت کے جس نظام کی پابندی کرکے اپنے صحیح انجام تک پہنچ سکتی ہے، یقیناً اس کا علم ساری انسانی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ روزہ اس غیر معمولی انمول نعمت سے سرفراز فرمانے والے کی بڑائی کے اقرار کی بہترین عملی شکل ہے کہ آدمی سب سے زیادہ جن چیزوں کا رسیا اور عادی ہے، ہر ایک کو ٹھکرا کر اس بڑے کے حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ''تا کہ بڑائی کرو اللہ کی، اس نعمت کے مقابلے میں کہ تمہاری رہنمائی اس نے کی۔''

سچ تو یہ ہے کہ زندگی بھر جو ہمیں کھلاتا پہلاتا رہتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے، آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ کوئی شک نہیں کہ شکر اور گن گانے کی صورتیں یہ بھی ہیں کہ زبان سے شکر کے الفاظ ادا ہوتے ہوں یا دل میں تشکر و امتنان کے جذبات پیدا ہوں لیکن کھلانے پلانے والے کے شکر کی یہ شکل، جتنی دیر کے لئے کھانا چھوڑ دینے کا حکم کھلانے والے پلانے والے نے دیا، اتنی دیر کے لئے ہم اس کو چھوڑ بیٹھیں۔ حق تو یہ ہے کہ زبان اور دل والے شکریوں سے شکر کا یہ عملی قالب، خود شکر کرنے والوں ہی کے لئے زیادہ اطمینان بخش ہے۔ اس کی طرف آخر میں ''تا کہ تم شکر ادا کرو''۔ کے الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا تھا۔ ''جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں، جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا'' اس آیت سے پہلے بھی روزے کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی۔ بیچ میں اس آیت کا ہونا یقیناً بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔

بظاہر یہی خیال گزرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق جب بندہ پسندیدہ عادتوں سے دستبردار ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کی خوشی اور اس کی مرضی کے مطابق اپنی خوشی اور اپنی مرضی کو بنا دیتا ہے تو روزہ کے زمانے میں روزہ داروں کا خالق کائنات کے ساتھ اس وفاقی تعلق کو قرآن بتانا چاہتا ہے، معمولی حال نہ سمجھنا۔ منطقی طور پر یوں ترتیب قائم کی جائے کہ ساری کائنات حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چل رہی ہے۔ انسان جب اسی عالمگیر مرضی کے مطابق اپنے آپ کو کرلیتا ہے تو اس خاص حال میں عالم کا ہر قانون، انسان کی مرضی کی مطابقت کے لئے تیار ہو جاتا ہے، یعنی اس کی ہر دعا کو حق تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ آپ ہی بتایئے اس کے سوا دوسری توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے؟

مولانا نثار احمد حصیر القاسمی

# شبِ تقسیم انعامات!

یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر روز ہی معاف کرتے اور ہر روز ہی اخیر شب میں آسمان دنیا پر اتر کر یہ ندا دیتے ہیں کہ ہے کوئی معافی کا خواستگار کہ میں اس کی خطاؤں کو معاف کروں، مگر بخشش و مغفرت کا دروازہ رمضان میں عام ہو جاتا ہے، پھر آخری عشرہ میں اللہ کا کرم و احسان اور بھی جوش میں آجاتا ہے، رمضان کے اخیر عشرہ کی راتوں کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ ایک خاص شان و شوکت اور جلال و کمال کے ساتھ آسمان دنیا پر نزول فرماتے اور اپنے گنہگار بندوں اور سحر کے وقت توبہ و استغفار کرنے والے مومنوں کو پکارتے، ان کی حاجتوں و ضرورتوں کی تکمیل کے لئے انہیں بلاتے، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے اور ان کی مرادوں کو پوری کرتے ہیں، اللہ کی جانب سے یہ قیمتی موقع ہر روز آتا اور جو اس موقع کو غنیمت جانتا، اللہ کی پکار پر کان دھر کر اس کی طرف سبقت کرتا، اور اس کے عفو و درگزر اور معافی و مغفرت کا متلاشی ہوتا وہ مایوس نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی رحمتوں و عنایتوں سے بھرپور استفادہ کرتا ہے:

متاعِ درد ہر اک شخص کو نصیب نہیں
یہ چیز حصۂ اہلِ سخن میں آئی ہے

ان مبارک و مسعود لمحوں میں سب سے بہتر و عمدہ عمل جو ہم ادا کر سکتے ہیں یہ ہے کہ ہم اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کریں، شب قدر کی تلاش میں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ انجام دیں، قیام لیل میں مشغول ہوں اور دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی طلب کریں، کہ ان لمحات میں یقینی طور پر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ کو یہ عمل بہت پسند ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے قیام لیل کی ترغیب دلاتے تھے، مگر سختی کے ساتھ اس کا حکم نہیں فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید لئے ہوئے قیام لیل کرے گا، اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور (قیام لیل سے متعلق صورتحال) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں اسی طرح برقرار رہی (پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مشورہ سے جماعت کا اہتمام شروع کرادیا)۔

عن عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال، سمعت ابی یقول، کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافة فوت السحور، وفی اخری مخافة الفجر۔ (مؤطا امام مالک: 1/116، حدیث نمبر: 7)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ ہم لوگ رمضان میں قیام لیل (تہجد) سے لوٹتے تو خادموں کو اس ڈر سے جلدی کھانا لانے کے لئے کہتے تھے کہ کہیں سحری چھوٹ نہ جائے، دوسری روایت میں فجر چھوٹنے کا ذکر ہے۔

رمضان کے ان آخری ایام میں مشرق و مغرب کے سارے مسلمان راتوں کو جاگ کر نماز و تلاوت میں گذارتے ہیں، ائمہ کی تلاوت سے فضاء گونجتی رہتی اور ہر چہار جانب نورانیت پھیلی ہوتی ہے، قلوب و ارواح باری تعالیٰ کی طرف کھنچے چلے آتے اور اللہ کے ساتھ سرگوشی کرنے میں مشغول رہنا پسند کرتے ہیں، نگاہیں اشکبار ہوتیں اور بندہ دنیا اور اس کی لذتوں و فریب کاریوں سے کٹ کر ایمان و پرہیزگاری کی فضاؤں میں پرواز کرنے لگتا ہے اور دنیوی تفکرات و مشغولیتوں سے کنارہ کش ہو جاتا اور زبان حال سے کہتا ہے:

یاں رہیو الگ صحبت ارباب خرد سے
وہ بزم ہے یہ دن بھی جہاں رات گئے ہے

ان ایام میں ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم اپنے خالق و مالک کا قرب کریں، اس کے عظیم اجر و ثواب اور بیش بہا بخششوں کو پانے کی تگ و دو کریں، گناہوں کے سمندر اور دنیا کی گندگی و کیچڑ سے نکلنے کی التجا کریں اور



نہایت عاجزی و انکساری اور اپنے گناہوں کے اقرار و اعتراف کے ساتھ رات کے اخیر حصے میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں، اس سے سرگوشی کریں اور اس سے گناہوں کی بخشش کے ساتھ بھرپور اجر و ثواب طلب کریں، ہم نے اگر توبہ کی ندامت سے اپنی پیشانی کو گرد آلود کرلیا، اللہ کی بندگی سے اپنے آپ کو سرفراز کردیا، آسمان و زمین کے خالق اور زبردست قوت و طاقت کے مالک کے سامنے اپنا سر جھکادیا اور ہم نے اپنے ہاتھ کو رب العالمین کے سامنے باندھ لیا، ہمارے قلوب خشیت و انابت سے لرزاں اور ہمارے نفوس رضاء الٰہی کے مشتاق ہوگئے، تو یقیناً ہم کامیابی پانے والوں اور اس مبارک گھڑی کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے والوں میں سے ہوں گے:

ہیں ایک ہی چمن میں مگر فرق ہے بہت
ان کی بہار اور ہماری بہار میں

عید کی رات کو اللہ تعالیٰ نے انعامات تقسیم کرنے کی رات بنایا ہے، روزہ رکھنے والے جتنے خوش نصیب بندوں کی اللہ تعالیٰ پورے رمضان میں مغفرت فرماتے، یا ان پر رحمتوں و برکتوں کی بارش برساتے یا انہیں جہنم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ صرف اس ایک رات میں بندوں کی مغفرت فرماتے اور انہیں جہنم سے رہائی عطا فرماتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یغفر لامته فی آخر لیلة فی رمضان، قیل یا رسول الله! أهی لیلة القدر؟ قال: لما، ولکن العامل انما یوفی اجره اذا قضی عمله. (مسند الامام احمد: 2/292)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات (عید کی رات) میں میری امت کی عام مغفرت کی جاتی ہے، عرض کیا گیا کہ کیا یہ رات قدر کی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مگر عمل کرنے والوں کو جب وہ اپنا کام ختم کرلیتے ہیں تو انہیں مزدوری دی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا کان لیلة القدر نزل جبریل فی کبکبة من الملائکة، یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر الله عز و جل، فاذا کان یوم عیدهم. یعنی یوم فطرهم. باهابهم ملائکته فقال، یا ملائکتی، ما جزاء اجیر و فی عمله؟ قالوا: ربنا جزاؤه ان یوفی اجره، قال، ملائکتی، اعبیدی و امائی قضوا فریضتی علیهم، ثم خرجوا یعجون الی الدعاء و عزتی، و جلالی، و کرمی، وعلوی، وارتفاع مکانی لاجیبنهم، فیقول، ارجعوا فقد غفرت لکم، و بدلت سیئاتکم حسنات، قال: فیرجعون مغفورا لهم. (شعب الایمان للبیهقی: 3/434، حدیث نمبر: 3717)

(آخری عشرہ میں) جب قدر کی رات آتی ہے تو جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والے ہر قیام و قعود کی حالت میں موجود شخص کے لئے دعاء مغفرت و رحمت کرتے ہیں اور جب عید کا دن یعنی رمضان کے ختم پر روزہ نہ رکھنے کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان روزہ سے فراغت پانے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے اور ان سے پوچھتے ہیں، ایسے مزدور کی مزدوری کیا ہو سکتی ہے، جس نے اپنا کام عمدگی کے ساتھ پورا کرلیا، فرشتے جواب دیتے ہیں، اے میرے پروردگار، ان کی مزدوری یہی ہو سکتی ہے کہ انہیں پورا پورا بدلہ و مزدوری دی جائے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میرے فرشتو، میرے بندوں و باندیوں نے اس فریضے کو ادا کردیا ہے جو میری طرف سے ان پر لازم کیا گیا تھا، پھر دعاء کرنے کے لئے یہ جوق در جوق نکلے ہیں، میری عزت، میرے جلال، میرے کرم، میری عظمت و برتری اور میرے بلند مقام کی قسم میں ان کی دعاء ضرور قبول کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ ان روزہ رکھنے کے بعد عید کی نماز پڑھنے والوں سے کہیں گے، تم لوٹ جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی اور تیرے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا ہے، تو وہ اپنے گھروں کو اس طرح لوٹیں گے کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔

یہ کس قدر محرومی و بدنصیبی کی بات ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عید کی اس رات میں جوش میں ہوتی ہے اور مغفرت کا دروازہ عام کئے ہوتا اور معمولی سی طلب پر اور کوئی بہانا نکال کر ہماری مغفرت کرنا اور اپنے آغوش رحمت میں لینا چاہتا ہے مگر ہم ہیں کہ اس سے دور بھاگ رہے ہیں، ہم بازاروں کی رونق بنے ہوئے اور عید کی خریداریوں میں دل و جان سے منہمک ہیں، ہمارے بہت سے من چلے بھیڑ میں بے پردہ لڑکیوں کا نظارہ کرنے کی غرض سے ہی بازاروں میں آوارہ پھرتے اور گناہوں کے بوجھ میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، ہم خوشی میں تفریحی پروگراموں کا اہتمام کرتے، آتش بازیوں سے دل بہلاتے، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں بیٹھ کر دل لگی کرتے اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے والے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر سیریل اور مختلف پورگراموں کو دیکھ کر وقت گذارتے اور پوری رات اسی طرح کے مشاغل میں مصروف رہتے ہیں، ہماری یہ حالت اور ہمارا یہ انداز بڑا بدبختانہ ہے، اس طرح ہم گھاٹے کا سودا کرتے اور گویا اپنی محرومی و نامرادی پر خوشی مناتے ہیں۔ ہمیں اپنی یہ حالت بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے، ہمیں پورے رمضان سے بڑھ کر اس شب میں عبادت و دعاء میں مشغول رہنا چاہئے، ہمیں اپنی عید کو یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں جیسی عید نہیں بنانا چاہئے، بلکہ ہمیں کامیابی حاصل کرنے والے مومنین کی طرح رہنا اور خواہشات نفسانی اور شیطان کے دھوکے سے متنبہ و ہوشیار رہنا چاہئے، ان خوشی کے لمحوں میں اور بھی زیادہ اللہ کی طرف رجوع ہونا اور اس سے عفو و درگذر کی درخواست اور مغفرت کا طالب ہونا چاہئے۔

# موبائل فون کی تباہی

آج کل کی سہولیات نے بگڑنا آسان کر دیا ہے، مثال کے طور پر ایک چھوٹی سی چیز ہے جس کو سل فون Cell Phone کہتے ہیں تو یہ کچھ لوگوں کے لئے تو سل فون ہوتا ہے اور ہم نے اس کا نام ہیل فون (Hell Phone) جہنم کا فون رکھا ہوا ہے، نوجوان کے ہاتھ میں یہ چیز اس کو جہنم کی طرف لے جانے میں دوڑتے گھوڑے کا کام کرتی ہے، اب SMS پر پیغامات آرہے ہیں، ٹائم گذر رہا ہے، گھنٹوں اس پر گذرتے ہیں اور جہاں لوکل کال فری وہاں گھنٹوں سیل فون پر بات ہوتی ہے، نوجوان یا تو ایک دوسرے کے ساتھ بات کر رہے ہوتے ہیں یا پھر کہیں نہ کہیں تعلق جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہیں نہ کہیں تعلق جڑ گیا بس گناہوں کا پنڈارہ کھل گیا، اب ان بچوں کو پھر کچھ ہوش نہیں ہوتا، نہ سورج کے چڑھنے کا ہوش نہ غروب ہونے کا ہوش اور پہلے تو پھر بھی پتہ چل جاتا تھا کہ گھنٹی بجتی تھی، اب تو اس میں بنانے والوں نے وائبریشن (Vibration) (حرکت) ڈال دی ہے، اب محفل میں بیٹھنے والوں کو کچھ نہیں پتہ، بس جہاں وائبریٹ ہوا اس کا دل دھڑکنے لگا، اب کسی کو کیا پتہ؟ لوگ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں اس کی جیب میں وہ جو دل دھڑکا تو بس یہ اٹھا، کھڑا ہوا اور واش روم (استنجا خانے) جانے کے بہانے واش روم میں بیٹھکر باتوں میں لگ گیا۔ کبھی سب کے سو جانے کے بعد رابطے ہوتے ہیں، ماں باپ سمجھتے ہیں کہ بچے اپنے کمرے میں سو رہے ہیں، بچے سوئے ہوئے نہیں ہوتے بچے باتوں میں کھوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس فون سے ان کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں، حتی الوسع کوشش کریں کہ نوجوانوں کے ہاتھ میں یہ مصیبت نہ آئے، الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو، ہم محبت میں اپنے ہاتھوں سے نئے نئے سیٹ لا کر دے دیتے ہیں "بیٹا میں دبئی سے آپ کے لئے سیٹ لایا ہوں" بچیاں بہانے بناتی ہیں، ابو چھٹی جو ہوتی ہے اور انتظار کرنا ہوتا ہے۔ میں آپ کو اس وقت فون پر بتا دوں گی کہ فارغ ہو گئی ہوں، تو باپ کو تو یوں مطمئن کیا لیکن اصل میں فون چاہئے ہوتا ہے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے۔ (اقتباس از: مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی)



مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نورالاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

# بزم رفتہ کی سچی کہانیاں

## حدیث پر عمل کی برکت

امام یزید بن ہارون واسطیؒ، متوفی 206 ہجری تبع تابعین میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک ہیں، وہ اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں طلب علمی میں کئی سال تک اپنے اہل وعیال سے دور رہا بغداد پہنچا تو معلوم ہوا کہ مقام عسکر میں ایک تابعی عالم ہیں، میں ان کی خدمت میں گیا اور حدیث بیان کرنے کی گذارش کی تو انہوں نے ایک حدیث بیان کی۔ (ترجمہ) "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں مبتلا کرے تو اس کو صبر کرنا چاہئے، پھر صبر کرنا چاہئے، پھر صبر کرنا چاہئے۔"

شیخ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا۔ اس کے بعد میں اپنے وطن واپس چلا آیا، رات گئے گھر پہنچا اور گھر والوں کی نیند کے خلل کی وجہ سے دروازہ نہیں کھٹکھٹایا اور کسی طرح کھول کر اندر گیا، میری بیوی چھت پر سوئی ہوئی تھی، میں نے اوپر آکر دیکھا کہ بیوی سوئی ہوئی ہے اور ایک نوجوان بھی اس کی بغل میں سویا ہوا ہے، میں نے پتھر اٹھا کر اس کو مارنا چاہا مگر عسکر کے شیخ کی حدیث یاد آگئی اور رک گیا، اسی طرح دو تین بار پتھر اٹھایا اور رک گیا اسی دوران میری بیوی کی آنکھ کھل گئی مجھے دیکھ کر اس نے جوان کو جگایا اور کہا کہ اٹھو اپنے باپ سے ملو اور لڑکے نے اٹھ کر میری پذیرائی کی، جس وقت میں طلب علم کے سفر میں نکلا تھا تو میری بیوی حمل سے تھی، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ حدیث پر عمل کی برکت ہے۔

(آثار البلاد و اخبار البلاد، ص:48)

## کسے پایا میں نے استغنا میں معراج سلمانی

مولانا مناظر احسن گیلانی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد وہاں معین مدرس کے طور پر مقرر کئے گئے اور ماہنامہ "القاسم" اور الرشید کی ادارت بھی آپ کے سپرد کی گئی، اسی زمانہ میں مولانا گیلانیؒ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ایک نجی واقعہ سے کافی متاثر ہوئے اور خاندانِ قاسمی کی عظمت و وقعت دل میں پیوست ہوگئی۔ اس واقعہ کو مولانا ہی کے الفاظ اور قلم سے سنئے، لکھتے ہیں:

اللہ اللہ وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی، جب حکومت قائمہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحبؒ خلیفہ صالح حضرت نانوتوی کے نام یہ فرمان مدرسہ آیا کہ "نہری علاقہ میں زمین کا ایک بڑا سرسبز و شاداب رقبہ آپ کی خدمت میں حکومت پیش کرتی ہے"۔ شاید سیکڑوں ہی ایکڑ یا بیگھے پر حکومت کا یہ موہوبہ رقبہ مشتمل تھا۔ مشورے کی اس مجلس میں جس میں حکومت کا یہ فرمان غور و خوض کے لئے پیش ہوا، اس فقیر کو بھی بلا کر شریک کر لیا تھا، قبول کیا جائے یا نہ قبول کیا جائے؟ اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی...... پشتہا پشت کی فراخ حامی کی ضمانت حکومت کے جس جاگیری عطیہ میں پوشیدہ تھی، ایک ٹھوکر میں وہ قدموں کے نیچے ڈال دی گئی اور سیدنا الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی کے خلفِ صالح سے جس کی توقع کی جاسکتی تھی، وہی توقع پوری ہوئی، ادھر ادھر سے حکومت کو جواب دے دیا گیا"۔

(حیات مولانا گیلانی، ص:91)

## حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وسعتِ ظرفی

مشہور ادیب، مفسر اور انشاء پرداز مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اپنی مشہور تصنیف جو اپنے رنگ و آہنگ کے اعتبار سے اور نقوش و تاثرات کی حیثیت سے منفرد کتاب ہے۔ ”حکیم الامت“ میں رقمطراز ہیں:

”31ء اب ختم ہو رہا تھا، لیکن ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اپنے ایک عزیز دوست، اور محترم کرمافرما اور نامور ہم نام کی وفات کی خبر گویا اچانک ملی، مولانا عبدالماجد صاحب قادری، بدایوں کے مشہور قدیم خاندانِ علماء و مشائخ کے ایک فرد تھے، خود بھی عالم، تحریک خلافت کے بڑے پرجوش کارکن، جمعیۃ علماء کے ممتاز رکن اور بڑے ہی خوش تقریر...... عقائد میں بڑے زبردست قادری، اور ذرا غالی قسم کے صوفی تھے۔ حضرت مولانا (تھانوی) کی طرف سے قدرۃً دل صاف نہ تھا، دورانِ گفتگو میں نالائم الفاظ زبان پر آجانے ناگزیر تھے۔ وفات کی خبر سنتے ہی ذہن ادھر منتقل ہوا کہ دعاء مغفرت حضرت سے کرانی چاہئے، بے تکلف ایک عریضہ اس مضمون کا لکھ بھیجا...... یہ رنگ بھی مولانا کا، اگر آپ نے نہ دیکھا تو گویا مولانا کو دیکھا ہی نہیں۔ دیکھئے ایک عمر بھر کے مخالف کا ذکر کس انداز سے کرتے ہیں۔

”میں کل کے خط کا جواب لکھ کر روانہ ہو چکا ہوں کہ دوسرا کارڈ آیا جس سے ایک محبِ اسلام و اہل اسلام کا مفارقت ناسوتی کا علم ہو کر قلق ہوا، رائے کا اختلاف میری نظر میں کچھ زیادہ وزنی نہیں ہے۔ اصول اور نیت پر نظر رہتی ہے، سو مرحوم کے متعلق اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنی گئی، اس لئے خاصی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمادیں اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمادیں۔

آپ کو معلوم ہو کہ میرے قلب میں بحمد اللہ تعالیٰ کسی کی طرف سے غل نہیں ہے اور ایسی گفت و شنید میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو گناہ بھی نہ ہوتا تھا، کیونکہ وہ روایات کے تحت میں معذور ہیں، اس لئے معافی کی حاجت بھی نہیں، لیکن اس سے آپ کی طبیعت خوش نہ ہوگی، اس لئے آپ کے مذاق کا اتباع کر کے صریح الفاظ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میں نے سب کچھ ان کو معاف کیا، آپ بھی معاف فرمائیں۔ اور ان کو تو ایک خاص امتیاز تھا کہ وہ بدایوں کے متوطن تھے، جو وطن ہے، ہمارے شیخ المشائخ حضرت سلطان جی کا۔ تو خیر اہل بدایوں کے لئے یہ سمجھ کر ایسے امور کو گوارا کرتا ہوں کہ بدا، یوں، ہی تھا۔“

(حکیم الامت، ص:22)

## تراویح کی رکعتیں......20 یا 8

امام حسن البناء شہیدؒ (1949-1906ء) اونچے پائے کے عالم، مرشد اور مصلح گزرے ہیں، چودھویں صدی ہجری میں اٹھنے والی عظیم تحریک ”الاخوان المسلمون“ کے بانی ہیں، فقہی اور گروہی اختلافات کے سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک گاؤں میں تقریر کرنے گئے، رمضان کا مہینہ تھا اور گاؤں کے لوگ تراویح کی رکعتوں کے مسئلہ کو لے کر دو حصہ میں تقسیم ہو گئے تھے کہ آیا تراویح کی رکعتیں بیس ہیں یا آٹھ؟ ان کا اختلاف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ لڑائی جھگڑے کی نوبت آگئی تھی، ہر فریق یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ وہی حق و سنت پر ہے۔ مگر جب انہیں حسن البناء کی آمد کا پتہ چلا تو اس نزاعی مسئلہ میں ان کو حکم بنانے پر اتفاق کیا۔ جب یہ مسئلہ امام کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے ان سے سوال کیا کہ نماز تراویح کا حکم کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا سنت ہے۔ پھر پوچھا کہ مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی چارہ کا کیا حکم ہے؟ جواب ملا یہ ایک دینی فریضہ اور ایمان کا ایک ستون ہے۔ اپنے حکیمانہ سوال کا جواب جب امام نے پالیا تو فرمایا کہ کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ سنت کی خاطر ایک دینی فرض کو ضائع کر دیا جائے؟ یاد رکھو! اگر تم اخوت اور باہمی اتحاد پر قائم رہو اور پھر تم میں سے ہر شخص آٹھ یا بیس رکعت میں سے جس پر اس کا دل مطمئن ہو پڑھ لے تو اس



لڑائی جھگڑے سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا۔

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو ہمیشہ تراویح کی رکعتوں کے بارے میں سوال اٹھاتے رہتے ہیں اور بحث و تحقیق کے کتابی اور مجلسی دائرے کو چھوڑ کر دیواری پوسٹر بازی سے کام لیتے ہیں اور شاید سمجھتے ہیں کہ وقت کا اہم ترین مسئلہ یہی ہے۔

اس زمانہ میں جب کہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ خود اسلام کی بیخ و بن (بنیاد) سے اکھاڑ دینے کے لئے ہر طرح کی کوششیں عمل میں لائی جارہی ہیں اور ہماری نسل مذہب کے بنیادی تصورات سے غافل ہے کیا ہمارے لئے جائز ہوگا کہ ہم اپنی توانائیاں فروعی بحثوں میں ضائع کریں، ضرورت تو اس کی ہے کہ اس وقت مذہب کے مجموعی ڈھانچے اور دین کے مشترکہ اقدار کو پوری قوت سے پیش کیا جائے اور ہم اپنی توجہ اسی اہم تقاضے کی طرف مرکوز کریں۔ (چراغ راہ، از مولانا رضوان القاسمیؒ، صد:266)

## تمہارا جو حق تھا وہ میں نے دے دیا

خلفاء بنو عباس میں سے ایک خلیفہ نے اپنے زمانے کے بعض علماء سے یہ خواہش کی کہ آپ کچھ ایسے اہم اور مؤثر واقعات لکھ بھیجئے جنہیں آپ نے خود دیکھا ہو یا سنا یا پڑھا ہو۔ اس خواہش کی تکمیل میں ایک عمر رسیدہ عالم نے لکھا کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھا ہے۔ جب یہ مرض موت میں مبتلا تھے تو کسی نے کہا ”اے امیر المومنین آپ نے اس مال کو اپنے بیٹوں سے دور رکھا ہے، یہ فقیر و بے نوا ہیں، کچھ تو ان کے لئے چھوڑنا چاہئے تھا۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بیٹوں کو بلایا جن کی تعداد دس تھی، جب یہ حاضر ہوئے تو رونے لگے پھر مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”میرے بیٹو! جو تمہارا حق تھا وہ میں نے تم کو پورا پورا دے دیا ہے کسی کو محروم نہیں رکھا اور لوگوں کا مال تم کو دے نہیں سکتا، تم میں سے ہر ایک کا حال یہ ہے کہ یا تو وہ صالح ہوگا تو اللہ تعالیٰ صالح بندوں کا والی اور مددگار ہے، یا غیر صالح ہوگا اور غیر صالح کے لئے میں کچھ چھوڑنا نہیں چاہتا کہ وہ اس مال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مبتلا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تو مواعنی (بس تم سب جاؤ اتنا ہی کہنا چاہتا تھا)۔

عالم نے لکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بڑے فرمارواں اور ایک وسیع مملکت کے مالک تھے، اس کے باوجود ان کی اولاد کو ان کے ترکہ میں سے بیس بیس درہم سے بھی کم ملے لیکن بعد میں میں نے دیکھا کہ ان کے یہ لڑکے سو سو گھوڑے فی سبیل اللہ دیتے تھے تاکہ مجاہدین اسلام ان پر سوار ہو کر جہاد کریں۔ (عالم نے اس کے بعد لکھا کہ) میں نے اس کے برعکس ایسے فرمارواؤں کو بھی دیکھا ہے جنہوں نے اپنا ترکہ اتنا چھوڑا تھا کہ ان کے مرنے کے بعد جب لڑکوں نے باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کو حصہ میں چھ چھ کروڑ اشرفیاں آئی تھیں لیکن میں نے ان لڑکوں میں سے بعض کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ لوگوں کے سامنے بھیک مانگا کرتے تھے۔“ (السیاسۃ الشرعیۃ للامام ابن تیمیہؒ الفصل الاول)

### بقیہ...... سوال و جواب

ج : بہتر تو یہ ہے کہ دانت رات کو نکلوایا جائے، لیکن اگر دن ہی میں نکلوانا پڑ جائے، تو جائز ہے، بلاضرورت نکلوانا مکروہ ہوگا، اور دوا یا خون اگر حلق سے اتر جائے تو تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔ (شامی-2/107)

س : قے ہو جانے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

ج : قے سے صرف دو صورتوں میں روزہ فاسد ہوتا ہے۔

(1) منہ بھر کے قے ہو اور اس کو جان بوجھ کر نگل لے۔

(2) خود سے منہ بھر قے کرے، بقیہ صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوتا، مثلاً: قے ہوئی اور کچھ بھی واپس نہیں کیا، یا جان بوجھ کر قے کی لیکن منہ بھر کے نہیں تھی۔

(شامی-2/120/121)

## عابد شب زندہ دار

# حضرت علی بن ابی طالب رض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شاید ہی کسی عظیم تاریخی شخصیت کی ایسی قلمی تصویر کھینچی گئی ہوگی جو احساسات، حالات، رجحانات و تصورات اور انسان کے فطری ذوق و وجدان کی عکاسی ہو جیسی کہ ضرار بن ضمرہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک رفیق) نے حضرت علیؓ کے متعلق اپنے مشاہدات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہؓ کی فرمائش پر اور ان کی مجلس میں اور ان کے سامنے انہوں نے جو کہا اس میں جہاں محبت واحترام کی جھلک ہے وہیں شہادت کی وہ صداقت بھی نمایاں ہے جو صرف اللہ ہی کے لئے ممدوح کی غیر موجودگی میں دی جاتی ہے وقت و ماحول کی نزاکت اور مکمل احساس ذمہ داری اور جرأت کے ساتھ بیان کئے ہوئے یہ جملے ایک بہترین ادبی مرقع بن گئے ہیں۔

ابوصالح سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ضرار بن ضمرہ سے کہا کہ بتاؤ علی (رضی اللہ عنہ) کیسے تھے؟ ضرار نے کہا اگر آپ مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے کہا: نہیں بیان کرو۔ کہنے لگے: کیا آپ مجھے اس خدمت سے معاف نہیں کریں گے؟ کہا: نہیں، نہیں، کہنا ہوگا۔ اس پر وہ بولے: اچھا تو سنئے!

ان کی نظر انتہائی دوررس تھی، ان کے قویٰ انتہائی مضبوط تھے، بات دوٹوک اور صاف صاف کہتے، اور فیصلے پورے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، ان کی شخصیت سے علم کے چشمے ابلتے تھے، دنیا اور دنیا کی دل آویزیوں سے متوحش رہتے، رات اور اس کی تاریکی سے دل لگاتے تھے، خدا گواہ ہے کہ (راتوں کو عبادت میں) ان کے آنسو تھمتے نہ تھے، دیر دیر تک فکر مند اور سوچتے رہتے اپنے کف دست کو الٹتے پلٹتے اور اپنے آپ باتیں کرتے، موٹا جھوٹا پہنتے، روکھا سوکھا کھاتے، بخدا بالکل اپنے ہی ساتھیوں اور بے تکلف لوگوں کی طرح رہتے، جب کچھ پوچھا جاتا جواب دیتے، جب ان کے پاس جاتے تو خود بڑھ کر بات شروع کرتے، جب بلاتے تو حسب وعدہ آجاتے، لیکن ہم لوگوں کو (باوجود اس قربت اور رفاقت اور ان کی سادگی کے ان کا رعب ایسا تھا کہ) ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی گفتگو چھیڑتے، اگر وہ مسکراتے تو آپ کے دندان ایسے نظر آتے جیسے سفید موتیوں کی لڑی ہو، دینداروں کی توقیر کرتے، مساکین سے محبت کرتے کسی طاقتور انسان کی یہ جرأت نہ تھی کہ ان سے باطل کی تائید میں توقع رکھتا اور کوئی کمزور ان کے عدل وانصاف سے مایوس ہوتا اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے، تارے ڈوبنے لگے ہیں اور علی محراب مسجد میں اپنی داڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے شخص کی طرح رو رہے ہیں اور اس طرح تڑپ رہے ہیں، جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے، اور وہ کہہ رہے ہیں۔

"اے دنیا! کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جس کے بعد تیری طرف رجعت کی گنجائش ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ تیری دی ہوئی کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے، آہ! زاد راہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کس درجہ سنسان ہے۔"

راوی کہتے ہیں: یہ سن کر معاویہؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس کے قطرے ان کی داڑھی پر گرنے لگے، اپنی آستین سے وہ آنسو پوچھتے، اور رونے سے آواز حلق میں گھٹنے لگی، پھر معاویہؓ نے کہا: اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے، واقعی ان کا یہی حال تھا، ضرار، تم اپنا حال کہو ان کی جدائی سے کیا محسوس کرتے ہو؟ کہا: مجھے ایسا غم ہے جیسا اس عورت کو ہوگا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کردیا گیا ہو اور نہ اس کے آنسو تھمتے ہوں، نہ غم ہلکا ہوتا ہو۔

## دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی

حضرت علیؓ کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت، اور وہ بات جو ان کی علامت اور پہچان بن گئی تھی وہ ان کی دنیا سے ایسی حالت میں بے رغبتی و بے نیازی تھی، جب کہ عیش و آرام کے تمام اسباب ان کے قدموں پر تھے، اور حکومت کے پورے اختیارات اور فراغت و دولت کے سارے وسائل واسباب آپ کو حاصل تھے، لوگوں کی طرف سے تعظیم وتکریم میں کمی نہ تھی، کوئی ان پر نقد نہیں کرسکتا تھا، اور نہ محاسبہ کرسکتا تھا۔

یحییٰ بن معین، علی بن جعد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حسن بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ "حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں ایک بار زہاد (دنیا سے بے رغبتی میں ممتاز افراد) کا ذکر چھڑا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی ابن ابی طالبؓ تھے۔

ابوعبیدہ، عنترہ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں خورنق میں علی بن ابی طالبؓ کے پاس گیا وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے میں نے کہا: امیرالمومنین! اللہ نے آپ اور آپ کے افراد خاندان کے لئے اس مال میں حصہ رکھا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ فرمایا: "میں تمہارے مال سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے، جس کو میں اپنے گھر سے لے کر نکلا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: "یہی چادر ہے جس کو میں مدینہ سے لے کر نکلا تھا۔"

ابونعیم، بنی ثقیف کے ایک ایسے شخص کے حوالہ سے کہتے ہیں جن کو حضرت علیؓ نے عکبرا کا حاکم (گورنر) بنایا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں نمازی نہیں تھے (حضرت علیؓ وہاں آئے) تو مجھ سے کہا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس آجانا، چنانچہ ظہر کے وقت میں وہاں پہنچا تو دیکھا حضرت علیؓ کے سامنے ایک پیالہ اور پانی کا ایک آبخورہ رکھا ہے، آپ نے مٹی کی ایک ہانڈی طلب کی جو وہاں رکھی تھی، جب ان کے سامنے آئی تو اس پر مہر لگی تھی، میں نے دل میں کہا کہ یہ میری لالچ بڑھا رہے ہیں کہ اس میں سے کوئی ہیرا جواہر نکالیں گے، مگر جب انہوں نے اس کی مہر توڑی تو اس میں صرف ستو تھا، آپ نے اس میں سے تھوڑا نکالا، اس پر پانی ڈالا، خود پیا اور مجھے بھی پلایا، مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا: امیرالمومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھاتے ہیں، یہاں کے عوام کا کھانا بھی اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے، فرمایا: واللہ میں اس کو مہر بند بخل کی وجہ سے نہیں رکھتا، بات یہ ہے کہ میں اسی قدر خریدتا ہوں جتنی ضرورت ہو اور ڈرتا ہوں کہ اگر یہ ختم ہوجائے تو دوسرے مال سے ستو بنادیا جائے، اس لئے اس کی اتنی حفاظت کرتا ہوں، میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں سوائے حلال و پاک چیز کے کچھ جائے۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا، آپ نے اس فالودہ کو مخاطب کرکے فرمایا: تیری خوشبو اچھی ہے رنگ حسین ہے مزہ لذیذ ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ اب تک عادی نہیں ہے۔

زید بن وہب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ اپنے گھر سے اس حال میں نکلے کہ ایک تہبند باندھے ہوئے تھے، اور ایک چادر سے جسم ڈھکے ہوئے تھے، تہبند کو کپڑے کے ایک چیتھڑے سے (کمر بند کی جگہ) باندھ رکھا تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ اس لباس میں کس طرح رہتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ لباس اس لئے پسند کرتا ہوں کہ یہ نمائش سے بہت دور اور نماز میں

عافیت وہ ہے اور مومن کی سنت ہے۔

مجمع بن سمعان التیمی سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لئے بازار کی طرف گئے اور ہاں جاکر کہا کون مجھ سے یہ تلوار خریدتا ہے؟ اگر میرے پاس چار درہم ہوتے جن سے میں تہبند خرید سکتا تو یہ تلوار نہ فروخت کرتا۔

احمد عبداللہ بن رزین کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری طرف خربوزہ بڑھایا ہم نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ نے بط کھلائی ہوتی، اللہ نے بہت فراغت کی ہے فرمایا: ابن رزین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے صرف دو ہی کھانے حلال ہیں ایک جس کو وہ خود اور اس کے گھر والے کھائیں اور دوسرا وہ جو لوگوں کے سامنے پیش کرے۔

ابوعبیدہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے سال میں تین بار مقررہ حصے تقسیم کئے اس کے بعد اصفہان سے مال آگیا، آپ نے فرمایا اس کو چوتھی بار دی جانے والی رقم قرار دو، میں تمہارے مال کا خازن نہیں ہوں، کچھ لوگوں نے اس کو لیا اور کچھ لوگوں نے نہیں لیا۔

ایک بار حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اس میں فرمایا: لوگو! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے تمہارے مال سے نہ تھوڑا لیا ہے نہ بہت، سوائے اس شئے کے اور جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دکھائی جس میں عطر یا کوئی خوشبو تھی، حضرت علیؓ نے کہا مجھے ایک دہقان نے یہ ہدیہ دیا ہے پھر وہ بیت المال تشریف لائے اور کہا یہ لو (شیشی بیت المال میں جمع کر دی) اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

افلح من کانت لہ قوصرۃ
یأکل منھا کل یوم تمرۃ

کامیاب ہوا وہ جس کے پاس ایک لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ ہو اس میں سے روزانہ ایک کھجور نکال کر کھالیتا ہو۔

ہبیرۃ بن مریم کا بیان ہے: انہوں نے کہا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کی وفات پر ایک مرتبہ خطبہ دیا اس میں فرمایا:

اے لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے جس نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے صرف سات سو درہم اس کی تحویل میں تھے جو اس کو بیت المال کے مقررہ حصہ میں ملے تھے اس رقم سے وہ ایک خادم خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

مال اور کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط وتورع سے زیادہ مشکل زہد وہ ہے جو حکم شرع اور قاضی کے فیصلہ پر سر جھکا دینے اور راضی خوشی اس کو قبول کرنے پر مائل کرے خاص طور پر جب کہ فریق ثانی غیر مسلم ہو اور ایسے موقع پر اپنی سیادت اور حکمرانی کا اظہار بھی نہ کرے یہ بات مذکورہ ذیل قصہ میں نظر آتی ہے۔ حاکم، شعبی سے روایت کرتے ہیں: ”معرکہ جمل کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کی زرہ ضائع ہو گئی ایک شخص کو ملی اس نے بیچ ڈالی کسی نے ایک یہودی کے پاس وہ زرہ دیکھ کر پہچان لیا اس کا مقدمہ شریح کے محکمہ قضا میں پہنچا، علیؓ کی طرف سے شہادت حسنؓ اور ان کے غلام قنبر نے دی، قاضی شریح نے کہا: حسنؓ کے بجائے کوئی اور گواہ لائیے، حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا آپ کو حسنؓ کی شہادت قبول نہیں ہے؟ کہا: نہیں، کیونکہ میں نے آپ کی ہدایت یاد رکھی ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ پھر یہودی سے کہا: یہ زرہ تم لے لو، یہودی نے کہا: امیرالمومنین خود مسلمانوں کے قاضی کے پاس آئے اور اس نے ان کے خلاف فیصلہ دیا اور اس پر وہ راضی رہے! واللہ اے امیرالمومنین آپ نے سچ کہا تھا، یہ آپ ہی کی زرہ ہے آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی، جس کو میں نے اٹھا لیا تھا۔ حضرت علیؓ نے وہ زرہ اس کو بخش دی اور وہ شخص اسلام لایا۔

اس زُہد، ورع اور صلابت دینی کے باوجود آپ میں کبھی خشکی وترش روئی، چہرے اور پیشانی پر نفرت و بیزاری کے آثار نہیں دیکھے گئے، آپ ان میں بھی نہیں تھے، جن کی صحبت سے لوگ ان کی خشکی اور



خشک مزاجی کی وجہ سے دور رہتے ہیں اور پاس بیٹھنے سے گھبراتے ہیں، اس کے برخلاف آپ انتہائی خندہ جبیں محبت و شفقت سے پیش آنے والے تھے چہرہ پر شگفتگی کے آثار نظر آتے تھے، چال میں میانہ روی تھی زمین پر ہلکے قدم رکھتے تھے۔

## مسلمانوں کے ساتھ آپ کا رویہ

والیوں (مقامی حکمرانوں) اور عمال (سرکاری محصول اور زکوۃ وصول کرنے والوں) کے ساتھ آپ کا یہی انداز تھا اور عملی طور پر یہ بہت دشوار ہوتا ہے کہ حاکم وقت یا خلیفہ اس درجہ زہد کا پابند ہو اور اس کا عمل عزیمت پر ہو۔

آپ اپنے کارندوں کو بار بار وصیت فرماتے تھے۔

لوگوں کے ساتھ منصفانہ مساویانہ رویہ رکھو، ان کی ضروریات کو صبر سے سنو، کیونکہ یہ لوگ مسلم رعیت کے ترجمان ہیں، کسی کو اپنی حاجت پیش کرنے سے نہ روکو اور اس کی ضرورت پوری کرنے میں کسی کے جاڑے کا کپڑا فروخت نہ کرو اور نہ اس کی ساری فروخت کرو جس پر وہ سامان لے کر جاتا ہے اور نہ کسی غلام کو فروخت کرو، اور کسی کو ایک درہم کے مطالبہ میں ایک کوڑا بھی نہ لگاؤ۔“

خراج اور صدقات تحصیل کرنے والوں کو جو آپ نصائح کرتے رہتے تھے ان میں سے چند اقوال یہ ہیں:

”جب زکوۃ صدقات وصول کرنے جاؤ تو وقار اور سنجیدگی کے ساتھ جاؤ، جب ان لوگوں کے درمیان پہنچو تو سلام کرو (اور بھرپور انداز میں سلام کے الفاظ ادا کرو) اس میں کمی یا اختصار نہ کرو، پھر ان سے کہو کہ اللہ کے مقرر کردہ والی اور خلیفہ نے آپ کے پاس مجھے بھیجا ہے کہ آپ کے مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ آپ سے وصول کروں تو کیا آپ کے اموال میں ایسا حق ہے، جو اس کے والی کو آپ ادا کریں؟

اس پر اگر کوئی کہے نہیں، تو دوبارہ اس کو کچھ نہ کہیں اور اگر وہ دے تو اس کے ساتھ جاؤ بغیر اس کے کہ اس کو ڈرائیں دھمکائیں، سختی کریں یا مصیبت و مشقت میں ڈالیں، جو سونا چاندی دے اس کو قبول کرلو، اگر اس کے پاس اونٹ یا دوسرے قسم کے جانور کے ریوڑ ہوں تو بلا اجازت اس کے باندھنے کی جگہ پر نہ چلے جائیں کیونکہ ان میں اکثر مال اسی کا ہے اور اگر وہاں جاؤ تو ایسے نہ جاؤ جیسے کوئی شخص کسی پر مسلط ہوتا ہے یا سختی و درشتی سے پیش آتا ہے کسی جانور کو بدکاؤ نہیں اور نہ اس کو خوفزدہ کرو اور ان کے مالکوں سے اس سلسلہ میں کوئی بدسلوکی روا نہ رکھی جائے اور مال (غلہ وغیرہ) کو جب لینا ہو تو اس کو دو برابر ناپ کے برتنوں میں تقسیم کرو، اور اس سے کہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک لے لو، جس کو چاہے وہ لے اس پر اعتراض نہ کریں، اسی طرح تقسیم کرتے کرتے جب وہ حصہ آجائے جس قدر اللہ کا حق ہے اس کو اللہ کا حق سمجھ کر لے لیں اور اگر وہ واپس لینا چاہے یا دوبارہ ناپنا چاہے تو اس کی بات مان کر واپس کر دیں۔

❖❖❖


## ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایاجات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تا کہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲/بجے سے شام ۵/بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲/بجے سے ۵/بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے : Mobile : 9415911511

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

# اولاد کی دینی تربیت وقت کی ناگزیر ضرورت

اس وقت والدین کی جانب سے اولاد کے حوالے سے یہ شکایت بڑی حد تک عام ہوگئی ہے کہ اولاد والدین کا کہا نہیں مانتی، نافرمانی اور حکم عدولی پر تلی ہوئی ہے۔ ان کے عزت واحترام اور ان کے مقام ومرتبہ کا پاس ولحاظ نہیں کرتی، ان کی ضروریات کی تکمیل اور ان کے دکھ درد کا احساس انہیں نہیں رہا، ان کی معذوریوں اور کمزوریوں میں کام آنے کا خیال اور ان کے ساتھ فرزندانہ جذبات کا اظہار، اس طرح کے دیگر حقوق جو والدین کے تئیں اولاد پر لازم ہوتے ہیں، بالکل ناپید اور مفقود ہوچکے ہیں، انہیں اولڈ ایج ہوم (Old Age Home) کے حوالے کیا جارہا ہے، اس طرح کے شکوے اور گلے ہر والد کے ورد زبان ہیں، آپ جس جگہ جائیے، جس مجلس میں بیٹھیے، جس اخبار، رسالہ کو اٹھاکر دیکھ لیجئے، ہر طرف یہی رونا آپ کو نظر آئے گا۔ کیا کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ اولاد کی بے راہ روی، ان کے اس بگاڑ وخراب اور والدین کے تعلق سے ان کا غلط اور ناجائز رویہ کے ذمہ دار خود ہم تو نہیں ہیں؟ ان کی اس خودسری، سرکشی اور غلط روش کو اپنانے میں ہمارا تو کوئی رول نہیں ہے؟

یہ حقیقت ہے اولاد والدین کے حقوق کا پاس ولحاظ اسی وقت کرے گی، جب کہ والدین نے بھی اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں دلچسپی اور دلجمعی سے کام لیا ہو، ان کی تعلیم وتربیت اور ان کے اخلاق و دینی سدھار کے لئے انتھک اور جان توڑ محنت کی ہو، ان کو دینی اخلاقی تربیت دیئے بغیر اپنے حقوق کی ادائیگی کا ان سے مطالبہ کرنا، اپنے عزت واحترام اور اطاعت و فرماں برداری، قدر ومنزلت، توقیر وتعظیم کی ان سے توقع کرنا یہ بالکل ایسے ہی محال اور دشوار ہے جس طرح سورج کی تصویر سے روشنی کا بکھیرنا ناممکن اور غیر متوقع ہے، آم کے پیڑ بوکر امرود کی توقع کرنا یہ دشوار کن امر ہے، آپ اپنی اولاد سے وہی توقعات وابستہ کیجئے جس بنیاد پر آپ نے ان کی تربیت کی ہے۔

آج کل عموماً یہ ہوتا ہے کہ بچہ جیسا ہی سن شعور کو پہنچتا ہے تو اگر والدین اولاد کے تعلق سے کچھ فکرمند ہوتے ہیں، تو انہیں کسی مدرسہ یا اسکول میں داخل کروادیتے ہیں، پھر اس کے بعد انہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے کہ وہ بچے کی روزمرہ کی مصروفیات، اس کی پڑھائی اور اسباق کے تعلق سے کچھ پوچھ گچھ کریں، ان کے اندر کچھ کمی یا کمزوری خواہ وہ تعلیمی اعتبار سے ہو یا اخلاقی ودینی لحاظ سے اُس کو دور کرنے اور ان کو لائق وفائق بنانے کی فکر کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مذہب کی لڑکیاں اور لڑکے تو رہے، مسلمان لڑکے اور لڑکیاں بھی عشق ومعاشقہ کی مغربی راہ پر چل پڑے ہیں۔ کالج اور اسکول کے نام پر دن بھر کی مٹرگشتی، عیش پرستی اور اپنی اس غلط صحبت کو پائیدار اور مضبوط بنانے اور اپنے بے جا خرچ کی تکمیل کے لئے چوری چکاری، لوٹ مار، سیل فون اور دیگر چیزوں کا سرقہ یہ نوجوانوں کا معمول بن گیا ہے، جو اولاد اپنے عمر کے قیمتی اور کچھ بننے کے لمحات کے بیکاری، غلط روی، غلط کاری اور بری صحبتوں میں غلط وناجائز مصروفیات کو



پورا کرنے میں گذارے گی، وہ عمر بھر اس راہ پر چلے گی، وہ اپنے نفسانی خواہشات کی اسیر اور گرویدہ بن کر رہ جائے گی، وہ اپنی اس تعیش پسندی اور غلط روی اور ناجائز صحبتوں کو پورا کرنے کے لئے، وہ والدین کی کیا خدمات انجام دے گی؟ بلکہ الٹے اگر وہ اپنی اس نفسانیت کو پورا کرنے کے لئے چاہے تو والدین کی ساری دولت کو ہڑپ کرنے سے بھی نہیں چوکے گی، اگر کبھی والدین ان کے اس معاشقہ کی راہ میں روڑا بنیں گے تو ان کو اپنے راستے سے ہٹانے سے بھی نہیں چوکے گی...... والدین کو اولاد کے تعلق سے اس وقت فکر لاحق ہوتی ہے جب وہ ان کی خدمت کے ضرورت مند ہوتے ہیں، اس وقت تک معاملہ سر سے اونچا ہوچکا ہوتا ہے، اولاد والدین کے ہاتھوں سے نکل چکی ہوتی ہے، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کے مصداق نہ دنیا کی رہ جاتی ہے اور نہ آخرت کی، نہ اس کا معاش درست ہوتا ہے اور نہ اس کا معاد۔

بعض والدین کی اولاد کے حوالے سے یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ان کے ہوش سنبھالتے ہی کارخانوں اور دوکانوں وغیرہ میں معمولی آمدنی پر لگادیتے ہیں، اور انہیں بس کمائی کا ذریعہ بنالیتے ہیں، ان کی اخلاقی حالت یہ ہوتی ہے کہ ہر قسم کی گالی گلوچ ان کے نوک زباں ہوتی ہے، ہر قسم کے منشیات، لہو ولعب اور بیکاری کے وہ عادی ہوتے ہیں، اسی طرح وہ غلط ماحول میں پروان چڑھتے ہیں، پھر کیونکر یہ والدین پر توجہ دیں گے؟ ان پر جان نچھاور کریں گے؟ ان کی خدمت اور ضروریات کی تکمیل میں آگے آئیں گے؟ انہیں اس قسم کی تربیت ہی نہیں دی گئی۔ بعض والدین تو اس قدر گئے گذرے، نکمے اور نالائق ہوتے ہیں کہ بچوں کو لڑکپن سے ہی پیشہ گداگری سے لگادیتے ہیں، اس طرح وہ انہیں آمدنی کا ذریعہ بنالیتے ہیں، ان کی حالت بھی قابل دید ہوتی ہے، یہ لوگوں سے چمٹ جاتے ہیں، لپٹ جاتے ہیں، منت وسماجت کرتے ہیں، ہاتھ پیر پکڑلیتے ہیں، مانگنے کی لت انہیں کچھ ایسے ہوتی ہے کہ وہ کچھ لئے بغیر جانے کے موڈ میں نہیں ہوتے، اخلاقی ودینی تربیت سے بالکل ناآشنا، بس مانگنا اور اس سے اپنی خواہشات اور عیش ومستی کو پورا کرنا ان کا مقصد حیات ہوتا ہے۔

سب سے پہلے والدین کو چاہئے کہ وہ اولاد کی قدر کریں، انہیں نعمت خداوندی اور اللہ عز وجل کا عظیم انعام وتحفہ تصور کریں، ان کی پرورش وپرداخت بھی اسی ڈگر پر قیمتی جوہر کے مانند کریں، ہر اعتبار سے ان کے چڑھان واٹھان کی کوشش کریں، ان کی دینی، اخلاقی جسمانی ہر طرح کی تربیت کے لئے کوشاں ہوں، اگر ہم نے اولاد کی دینی واخلاقی وجسمانی نشوونما اور تربیت کا معقول بندوبست کیا ہوگا تو پھر یہی اولاد آپ کے بڑھاپے کا سہارا بنے گی، بلکہ آپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ آپ کی جانشین بن کر آپ کے نام اور کام کی پائیداری اور آپ کے کاز کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنے گی، اور آپ کے ہر حکم کی بجاآوری کو اپنا نصب العین اور مقصد حیات تصور کرے گی۔

بچوں میں پروان چڑھنے والے اس فساد وبگاڑ کو دور کرنے کے لئے اسلام نے خصوصاً اولاد کی تربیت پر زور دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: "**قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ**" (تحریم:6)

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ تفسیر عثمانی میں اس آیت کے فوائد میں لکھا ہے: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کو دین کی راہ پر لے چلے، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔

ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: آدمی کا اپنے بچے کو

ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ بچہ اپنے لڑکپن میں اپنے والدین کے ہاتھ میں کورے کاغذ کے مانند ہوتا ہے، یہ والدین ہی ہوتے ہیں، جو اس پر مستقبل کی تحریر ثبت کرتے ہیں، اسی انمٹ اور لازوال تحریر کے نقوش اس کی ساری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور بڑے ہونے کے بعد والدین کے سامنے اسی تربیت کی تفسیر وتشریح سامنے آتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے آداب سکھانے کو ایک صاع صدقہ سے بہتر قرار دیا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ اولاد کو قرآن کی تعلیم دیں، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت صحابہ واہل بیت کا مطالعہ کروا کر ان کی محبت، ان کے اعمال وافعال کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں کرائیں۔

ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق وآداب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے: اپنی اولاد کو تہذیب وشائستگی سکھلاؤ "واحسنوا ادبھم" (ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے: انہیں خیر کی تعلیم دو۔ (مسند عبدالرزاق عن علیؓ) ایک روایت میں آپ صلی الہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کو اولاد کا باپ کے ذمہ حق قرار دیا ہے: ایک اچھے اخلاق وآداب سے آراستہ کرنا، دوسرے اچھا نام رکھنا۔ (بیہقی عن ابن عباسؓ) ایک روایت میں ہے کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے، نو سال میں بستر علاحدہ کر دیا جائے، تیرہ سال میں نماز وروزہ کے لئے سرزنش کی جائے، سولہ سال کی عمر میں باپ اس کی شادی کر دے، پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور کہے: میں نے تجھے اخلاق سکھلا دیئے "قد ادبتک" "تعلیم دے دی" اور تمہارا نکاح کر دیا اب میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تو دنیا میں میرے لئے فتنہ کا یا آخرت میں عذاب کا باعث بنے۔ (مسند ابن حبان عن انسؓ)

الغرض یہ کہ لڑکپن ہی سے بچوں کو کتا، بلی کی کہانی سنانے کے بجائے انہیں سیرت رسولؐ وصحابہؓ کے واقعات سنائے جائیں۔ انہیں بچپن ہی سے اچھے اخلاق وعادات کی تعلیم دی جائے، ان کے معصوم ذہنوں پر جو چھاپ اس عمر میں پڑ جاتی ہے وہ ختم نہیں ہوتی، اگر اس عمر میں ان کے اخلاق وعادات کے حوالے سے کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی تو پھر والدین کو پوری عمر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، بچوں کو بچپن ہی سے حق واطاعت شعاری، پڑوسی کی توقیر واحترام، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، مجبور وبے کس کی امداد، دوستوں کے ساتھ وفاداری اور ان کے حقوق وفرائض کا پاس ولحاظ، اس طرح کے دیگر اعلیٰ اخلاقی پہلو کی انہیں تعلیم دی جائے۔

انہیں برے اخلاق جیسے: بدگوئی، کذب بیانی، غیبت، چغل خوری، گالی گلوج، ماردھاڑ، چوری چکاری، اور لوٹ کھسوٹ، جیسے خراب امور سے اجتناب وپرہیز کی بھی تعلیم دی جائے، قصص وامثال کی روشنی میں ان کے اخلاق سیہ کے نتائج بد سے واقف کرایا جائے، اس کے ساتھ ساتھ بچوں سے شفقت ومحبت کا برتاؤ کیا جائے، زیادہ لاڈ وپیار سے بھی پرہیز کیا جائے کہ اس کی وجہ سے بچے سرکش اور ضدی ہو جاتے ہیں، ان کو سزا دینے میں بھی بے اعتدالی سے بچا جائے...... بالکل سزا نہ دینا یا بہت زیادہ سزا دینا یہ دونوں باتیں غلط ہیں، ان کے دوستوں کی صحبت وغیرہ سے بھی واقفیت بھی ازحد ضروری ہے، یہیں سے بچوں کو جرائم کے ارتکاب، نشہ آور چیزوں کے استعمال کی لت لگ جاتی ہے، جو ان کی زندگی کے لئے ایک ناسور بن جاتی ہے، اگر ان تمام امور کا پاس ولحاظ کیا جاتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اولاد والدین کی نافرمان ہو جائے، ان کی خدمت واطاعت سے جی چرائے۔

❖●❖



فقہی مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

# سوال وجواب

س : امام کے ساتھ اگر ایک رکعت چھوٹ جائے۔ تو مقتدی کو اس کی اتباع میں ایک قعدہ مزید کرنا پڑتا ہے جب کہ یہ مقتدی کی پہلی رکعت ہوتی ہے، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اس قعدہ میں تشہد نہ پڑھنا چاہئے، اس کے بارے میں صحیح حکم کیا ہے؟

ج : ان صاحب کی بات صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس طرح امام کی اتباع میں قعدہ کرنا ہے اسی طرح تشہد بھی پڑھنا ہے۔

(شامی/1/366)

س : اگر کوئی شخص کسی مردے کو نہلائے تو کیا مردے کو نہلانے واا شخص ناپاک ہو جاتا ہے؟ وہ شخص غسل کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

ج : میت کو نہلانے والا ناپاک نہیں ہوتا ہے، الا یہ کہ اس پر چھینٹے وغیرہ پڑ جائیں لہٰذا وہ بغیر غسل کئے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ وہ غسل کرے۔

(شامی-1/125)

س : باغ کے مالک عام طور سے باغ دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں اس صورت میں عشر نکالنا باغ کے مالک کی ذمہ داری ہے یا خریدار کی؟

ج : اگر مالک نے بیع ایسے وقت کی ہے جب پھل بالکل تیار ہو چکے ہیں، تو اس کا عشر بائع ہی کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے بیع کی ہے تو عشر خریدار کے ذمہ ہوگا۔

(ہندیہ-1/187، امداد الفتاویٰ-2/57)

س : ایک شخص بیمار ہے ذاتی طور پر وہ بالکل تہی دست ہے، اس کے بیٹے کافی مالدار ہیں لیکن وہ اپنے والد کی خبر گیری نہیں کرتے، اس شخص کو علاج معالجہ کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟

ج : اس شخص کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔

(ہندیہ-1/189)

س : قرآن کی تلاوت کرنے والوں کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟

ج : تلاوت قرآن میں مشغول شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور تلاوت کرنے والے پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

(شامی-1/456، 457)

س : تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

ج : تراویح میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، تو اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ جائے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر کے اس بھول کی تلافی کرے، اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا ہو تو چوتھی رکعت بھی ملا لے، اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے، مگر یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی، پہلی دو رکعت صحیح نہیں مانی جائیں گی۔

(ہندیہ-1/118)

س : عورت کے لئے ماہواری کے دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے، تو کیا ان دنوں میں دن میں کھانا پینا اس کے لئے جائز ہوتا ہے؟

ج : اگر حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا، یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آ گیا تو کھانا پینا جائز ہے، لیکن دوسروں کے سامنے نہ کھائے، اور اگر دن کو حیض سے پاک ہو گئی تو دن کا باقی حصہ روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہے۔

(ہندیہ-1/213، شامی-2/116)

س : تراویح کی نماز صرف مردوں پر ہے یا عورتوں پر بھی ہے؟

ج : تراویح مرد وعورت دونوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ (شامی-1/520)

س : روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا، یا دانت میں تکلیف ہونے پر اس پر دوا لگانا کیسا ہے؟

(بقیہ...... صفحہ...... ۲۷...... پر)

# جسم کی بھوک مٹادیتی ہے چہرے کتنے؟

ڈاکٹر عارف انکسار

ملک کے مختلف مقامات پر عصمت ریزی کے جو شرمناک واقعات منظر عام پر آرہے ہیں، ان کے اسباب پر غور کیا جائے تو پانچ چیزیں ذہن میں ابھر رہی ہیں۔

1-شراب کا استعمال۔ 2-ٹی وی۔ 3- انٹرنیٹ۔ 4- موبائل فون۔ 5-اخلاقیات سے عاری سماج۔

اصل میں انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے، بے شک خدائے واحد نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر بے مثال پیدا کیا، ساتھ میں اسے عقل سے آراستہ کیا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں، جذبات کے ساتھ ایک دل عطا کیا، جو ہر لمحہ اپنی دھڑکن کا احساس کرواتا ہے، مزید فضل کیا کہ علم عطا کیا، رشتوں کے بندھن بنائے، پھر اس کے ساتھ انسان کی کچھ حدیں مقرر کیں، پھر یہ بھی جتادیا کہ جب انسان ان حدوں سے تجاوز کرجائے گا تو بگاڑ کے امکانات پیدا ہوں گے۔ اخلاقیات کا درس دیا، ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جذبہ عطا کیا، مختصر یہ کہ حقوق العباد کا عنوان دیا، مان لیجئے کہ ساری خصوصیات یا ان خصوصیات کا احساس کسی انسان سے چھن جائے یا خود انسان تھوڑے وقت کے لئے ان سب کو بھول جائے تو پھر یہی انسان حیوان یا کسی جانور سے کم نہیں، کسی وحشی درندے سے کم نہیں، پھر یہی وحشی ہے، یہی قاتل ہے، یہی بدکار ہے۔ پھر یہی نفس اپنی ہوس مٹانے کے لئے، اپنے جسم کی بھوک مٹانے کے لئے سہارے تلاش کرہی لیتا ہے، آس پاس سے، اڑوس پڑوس سے راہ چلتے ہوئے یا پھر کسی کے گھر میں گھس کر یا چلتی بس میں یا چلتی کار میں۔

اول تو ایسے واقعات منظر عام پر بہت کم آتے ہیں، کتنے ایسے ہیں جو معاشرہ میں بے عزتی کے پیش نظر اپنی زبان بند کئے بیٹھے رہتے ہیں۔ کئی واقعات کو وردی والے رفع دفع کردیتے ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ اپنی بے بسی کا تماشہ خود دیکھتے ہیں۔ کتنی ایسی لڑکیاں ہیں جو متاثر ہونے کے بعد دارفانی سے رخصت ہوگئیں اور جو بچ گئیں ان کی زندگی موت سے کم نہیں، کتنے ماں باپ ہیں کچھ نہیں کرپاتے، جب کچھ واقعات منظر عام پر آتے ہیں، تو لاکھوں انسانوں کے دل دکھتے ہیں، آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، غم وغصہ کا اظہار ہوتا ہے، غور کرنے والی بات ہے کہ جو متاثر ہورہا ہے، وہ بھی ایک انسان ہے، اور جو متاثر کررہا ہے وہ بھی ایک انسان ہے، پھر چاہے جہالت پیش نظر ہو یا قتل وغارت گری، یا زنا کی صورتیں ہوں۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہورہا ہے، انسان اس حد تک کیسے اور کیوں گر رہا ہے، انسانیت بھول کر ہوس کا پجاری کیوں بن رہا ہے، اس حد تک کیوں کررہا ہے، کہ اب معصوم بچیاں بھی اس کا شکار ہیں، اپنے پیروں تلے کتنے چہروں کو مسخ کررہا ہے، اسے یہ راستے کہاں سے مہیا ہورہے ہیں، اس کی ہمت کو کون بڑھاوا دے رہا ہے، کون اسے ورغلا رہا ہے، اس کے اسباب کہاں ہیں، وجہ کیا ہے؟

شراب کا نشہ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا، شام ہوتے ہی شراب کی دکانیں مچھلی بازار کا سماں پیش کرتی ہیں، کروڑوں روپیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ یہ انسان شراب پیتا ہے اور حواس کھو بیٹھتا ہے اور جب حواس گم ہوتے ہیں، تو پھر کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی ہے جب حواس گم ہوتے ہیں، تو طوفان بدتمیزی ہوتا ہے، جب حواس گم ہوتے ہیں تو ایک گندی نالی کا کیڑا ہوتا ہے، جب حواس گم ہوتے ہیں تو یہی انسان قاتل بن جاتا ہے اور جب حواس گم ہوتے ہیں تو یہی انسان بھیڑیے کی شکل میں اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے، اور اپنی ہوس کی بھوک پیاس بجھاتا ہے، تب اس بھیڑیے



کو اپنے پرائے نظر نہیں آتے، رشتہ ناطے بھی سمجھ میں نہیں آتے، نشہ میں بدمست ننھی ننھی کلیوں تک کو مسل دیتا ہے انسان، خوشبو بکھیرنے والے پھولوں کو کچلتا ہے یہ انسان۔ معاشرے کی فضا کو مکدر کرتا ہے یہ انسان۔

**انٹرنیٹ:** انٹرنیٹ پر آج کیا دستیاب نہیں ہے، اس کا استعمال عام تو ہوا ہے، لیکن مثبت کم اور منفی زیادہ گندی گندی برہنہ تصاویر، بلو فلمیں، انسان کے جذبات کو مجروح کررہی ہیں، ایسے ایسے جلوے ہیں، کہ انسان کا بھڑک جانا لازمی ہے، نئی نسلیں گھنٹوں اس کا مشاہدہ کررہی ہیں، انٹرنیٹ کیفے میں غلطی سے کبھی ان کے کیبن کا دروازہ کھلا ہو تو ایک جھلک دیکھنے میں آتی ہے، پھر اس کے بعد جھلک والا گھنٹے آدھے گھنٹے تک نہیں سنبھلتا، تو پھر گھنٹوں دیکھنے والوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، کس طرح ان کے ذہنوں کے پرخچے اڑتے ہوں گے، کس طرح کے دھماکے ہوتے ہوں گے، واہیات جذبات کا سیلاب امنڈتا ہوگا، پھر یہ سیلاب کس طرح سے تھمتا ہوگا، اندازہ لگائے ہر ماڈل کی تصاویریں دستیاب ہیں، اور آپ کی ہر مانگ پوری کی جاتی ہے، غرض بے حیائی کا ننگا ناچ ہوتا ہے۔

**موبائل:** اب موبائل اتنا اڈوانس ہوگیا یا ترقی یافتہ ہوگیا کہ اس نے اب انٹرنیٹ کا چولا پہن لیا، جو لوگ انٹرنیٹ کیفے تک جانے سے قاصر ہیں، اب ان کے ہاتھوں میں موبائل ہی۔ نئی نسل کے ہاتھوں میں تو مانو کھلونا ہے، جن کا مثبت استعمال کم اور منفی زیادہ ہورہا ہے، وہ ساری تباہی جو انٹرنیٹ سے ہورہی ہے وہ ساری کی ساری اب انسان کے ہاتھوں میں موبائل کی شکل میں ہے۔

**ٹیلی ویژن:** ذرا گھر کی طرف رخ کیجئے گھر میں ایک بولنے والا اور آنکھوں کو خیرہ کردینے والا شیطان موجود ہے، جی ہاں ٹیلی ویژن پر اتنے واہیات پروگرام بتائے جاتے ہیں، مانو صبح سے شام تک، یہ گھر کے اندر بولتا رہتا ہے، اور فحش نظارے دکھاتا رہتا ہے، اخلاقیات تو ایک الگ بحث ہے، لیکن یہاں سے انسان کے جذبات بھی بھڑک رہے ہیں، ایک سے ایک فحش اشتہارات ٹی وی پر دکھائے جارہے ہیں کہ شرم سے نظریں نیچی ہوجائیں۔ افراد خاندان کے ساتھ تو ٹی وی کا مشاہدہ کرنا محال ہے، کبھی خوشبو کے نام پر تو کبھی لپ اسٹک کے نام پر تو کبھی صابن کے نام پر تو کبھی چڈی بنیان کے نام پر مانو کبھی چھوٹے بچے اگر بڑوں سے سوال کردیں اس اشتہار کے بارے میں تو کوئی کیا جواب دے۔ معصوم ذہنوں میں ہوس کا زہر کیوں نہیں بھرے گا، کیا آنے والی نسل میں معاشرہ کی پاکی کا رجحان رہے گا، کیا اس بگاڑ کو آنے والی نسل برا سمجھے گی، غرض انسان کے جذبات کو بھڑکانے کا کام بڑی تیز دوڑ سے کیا جارہا ہے، مجرم تو آخر مجرم ہی ہیں، لیکن معاشرے کو ان اسباب پر غور کرنا چاہئے، جو انسان کو ایسے گھناؤنے فعل کا مرتکب بناتی ہیں۔

**اخلاقیات سے عاری سماج:** تمیز و تہذیب کی بات کرتی ہیں، اخلاق کی بات کرتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو ذرا سی تکلیف پر راستے پر بدکلامی کرتے ہیں، تب عمر کا لحاظ بھی نہیں رکھتے، ایک دوسرے کے لئے قربانی وایثار کا جذبہ کہاں تک ہے، یہاں تو پڑوسی کو پڑوسی بھی نہیں جانتا، پھر حقوق ادا کرنے کی بات کہاں ہے، ایک دوسرے کے کام آنے کا رواج کم ہوتا جارہا ہے، اچھے برے کی تمیز کم ہوتی جارہی ہے، مجھے سب سے زیادہ ملے چاہے کوئی بھی شئی ہو، میں سب سے آگے جاؤں چاہے وہ کوئی مقام ہو، انسانوں میں ہوڑ لگی ہوئی ہے، انسان دل کی نہیں دماغ کی سن رہا ہے، مانو جذبات مرنے لگے ہیں، ان حالات میں صنف نازک کا تحفظ ہو تو کیسے ہو عورت کی عصمت کی حفاظت ہو تو کیسے ہو؟ ان اسباب پر غور و فکر نہ ہو، ان کی روک تھام کی کاوشیں نہ ہوں تو بعید نہیں کہ یہی معاشرہ کا چال چلن ہوجائے اور پھر اسے معاشرہ برا بھی نہ سمجھے، اس کے لئے سب کو کام کرنا ہے، کسی ایک فرد سے کچھ نہیں ہوگا، معاشرہ کا ہر فرد اپنی ذمہ داری محسوس کرے، جہاں تک ہوسکتا ہے، خود اور افراد خاندان کو دور رکھنے کی ان اسباب سے کوشش کریں، اور اپنی آنے والی نسلوں کی حفاظت کریں۔ شاعر نے کہا ہے:

مشکل کوئی آن پڑی تو گھبرانے سے کیا ہوگا
جینے کی ترکیب نکالو مرجانے سے کیا ہوگا
سب مل کر آواز لگاؤ تو کچھ چاند پہ رعب پڑے
میں تنہا جگنو ہوں میرے جلانے سے کیا ہوگا

●●●

# بات چیت کے آداب

مینڈکوں کا ایک غول جنگل میں سفر کر رہا تھا۔ اچانک ان میں سے دو مینڈک ایک گہرے گھڑھے میں گر گئے۔ جب بقیہ مینڈکوں نے گڑھے میں جھانک کر دیکھا کہ گڑھا کس قدر گہرا ہے تو انہوں نے ان دونوں مینڈکوں سے جو گڑھے میں گر چکے تھے کہا کہ اب ان کا باہر نکلنا ناممکن ہے۔ انہیں اپنی آخری سانسیں گنتے رہنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ دونوں مینڈکوں کو اپنی زندگی عزیز تھی لہٰذا انہوں نے اپنے ساتھیوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے اور اپنی تمام تر قوت صرف کرتے ہوئے چھلانگ لگا کر باہر نکلنے کی کوشش کرتے رہے۔ دوسرے مینڈک لگاتار ان سے یہی کہتے رہے کہ ان کی یہ کوشش فضول ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ وہ خاموشی سے گڑھے میں پڑے رہیں تاکہ سکون سے موت کی آغوش میں چلے جائیں۔ ان کی ان حوصلہ شکن باتوں نے ایک مینڈک کے حوصلے پست کردیے اور اس نے اپنی کوشش ترک کردی۔ وہ پھر گڑھے میں گر گیا اور مر گیا۔

دوسرے مینڈک نے اپنی کوشش جاری رکھی اور جس قدر ہوسکے اونچی چھلانگ لگانے لگا۔ پھر ایک بار دوسرے مینڈکوں نے اس سے کہنا شروع کیا کہ وہ اپنی سعی لاحاصل کو ترک کردے اور چپ چاپ خود کو موت کے حوالے کردے۔ لیکن پھر بھی اس مینڈک نے ان کے مشورہ کو سنی ان سنی کردیا اور آخرکار ایسی چھلانگ لگائی کہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ جب وہ باہر آ گیا تب اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ ان کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے وہ باہر نکل پایا۔ دوسرے مینڈک حیران ہوگئے وہ بولے لیکن ہم تو تمہیں کوشش ترک کردینے کے لئے کہہ رہے تھے۔ تب مینڈک نے کہا کہ اس کی سماعت کافی کمزور ہے وہ یہی سمجھتا رہا کہ وہ تمام وقت اسے کوشش کرتے رہنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

ہماری زبان سے ادا ہونے والے الفاظ میں زندگی اور موت کی طاقت ہوتی ہے۔ ایک حوصلہ افزاء جملہ کسی کو موت کے منھ سے زندگی کی طرف لے آتا ہے اور ایک حوصلہ شکن جملہ کسی کو کامیابی کے ساحل سے ناکامی کے سمندر میں واپس پھینک سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے کہے گئے جملوں میں بہت احتیاط برتنی چاہئے۔

دوسری طرف اگر کوشش کرنے والے فرد ہم خود ہیں تو ہمیں زندگی میں ایسے کئی افراد ملیں گے جو ہماری کاوشوں کو تنقید کا نشانہ بناتے رہیں گے۔ ان کی یہ کوشش رہے گی کہ ہم جس مقام پر ہیں وہاں سے کسی طور اوپر نہ اٹھ پائیں اس جدوجہد میں وہ ہمارے ہر کام میں نقص نکالیں گے اور ہمیں کم تر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ ایسے میں ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ اگر تنقید برائے تعمیر ہو تو ہم اسے تسلیم کریں اور اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اگر تنقید برائے تخریب ہو تو ہم اسے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیں اسی میں ہماری بھلائی ہے ورنہ دل برداشتہ ہو کر اپنی کوشش کو ترک کردینے سے ہم واپس اسی مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں سے چلے تھے اور کامیابی کی منزل ہماری پہنچ میں ہوتے ہوئے بھی ہماری رسائی اس تک نہیں ہو پائے گی۔

❖❖❖



# ”قرآن پڑھ کر راہ راست پر آ گئی“

## آسٹریلوی خاتون ام امینہ بدریہ کے قبول اسلام کی داستان

آسٹریلیا کی خاتون ام امینہ بدریہ قرآن کریم کی سورہ یٰسین کی آیات کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ وہ اپنی ایمان افروز داستان سناتے ہوئے کہتی ہیں: ”میرے والد کا تعلق تھائی لینڈ سے تھا، وہ پیدائشی مسلمان تو تھے لیکن عملی طور پر ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا جب کہ میری ماں بدھ مت کی پرستار تھیں اور میرے والد صاحب سے شادی کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ وہ دونوں بعد میں آسٹریلیا آ کر آباد ہوگئے تھے۔ میرا پیدائشی نام ٹنی تھیا (Tanidhea) تھا۔ میں نے یونیورسٹی آف نیو انگلینڈ، آرمیڈیل سے ایم اے اکنامکس کیا اور بزنس مارکٹنگ اور ہیومن ریسورسس کے مضامین پڑھے پھر میں بطور ٹیوٹر پڑھانے لگی۔ اسی اثنا میں میری شادی ہوگئی۔ شادی اسلامی قانون کے مطابق ہوئی۔ میرے شوہر کمپیوٹر گرافکس ڈیزائنر تھے۔ وہ شادی کے وقت مسلمان ہوئے تھے لیکن صرف نام کے مسلمان تھے۔ اسلام کے احکامات پر عمل درآمد سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ والد محترم کے بارے میں عرض کر چکی ہوں کہ وہ بھی عملاً مسلمان نہیں تھے اور دین کے بارے میں انہیں کوئی معلومات نہیں تھی، اس لئے ہمیں بھی ان کی طرف سے کوئی معلومات مہیا نہ کی گئیں۔ اسی لئے ہم دین سے مکمل طور پر عاری تھے۔ میں کسی مذہب پر بھی یقین نہیں رکھتی تھی۔ (اللہ مجھے معاف کردے) میں پوری طرح ملحد تھی۔ جب میں اپنے شوہر کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گزار چکی تو ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ دنیا سے میرا دل اچاٹ ہوگیا اور میں پریشان رہنے لگی۔ میرے دل میں آئی کہ میں نماز پڑھوں، میں نے ماضی میں کبھی کبھار اپنے باپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو محسوس کیا تھا کہ شاید اس سے سکون ملتا ہوگا۔ مگر جب میں نے نماز پڑھنے کی خواہش کا اپنے شوہر سے ذکر کیا تو انہوں نے بہت برا مانا، انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) کوئی اللہ نہیں ہے، اللہ ہی نہیں تو اس کے لئے نماز چہ معنیٰ دارد؟ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میری ماں اور باپ دونوں وفات پا چکے تھے۔

آج سے تقریباً آٹھ سال پیشتر میں آسٹریلیا کی نیو ساؤتھ ویلز اسٹیٹ کے شہر آرمیڈیل کی ایک چھوٹی سی مسجد میں گئی جو غیر مسلم طلباء کے لئے تعمیر کی گئی تھی وہاں سے میں نے انگریزی ترجمے والا قرآن مجید مستعار لیا۔ یہ قرآن کریم خادم الحرمین شریفین الملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود (سعودی عرب) کی جانب سے شائع کیا گیا تھا۔ گھر لاکر میں نے اس کی ورق گردانی کی تو اتفاقاً سورہ یٰسین کی آیات کا یہ ترجمہ میرے سامنے آیا جن میں چاند اور سورج کی گردش کے بارے میں سائنسی انداز میں بیان کیا گیا تھا:

”اور سورج اپنی معین راہ پر گردش کر رہا ہے۔ یہ اللہ عزیز و علیم کی منصوبہ بندی ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ گھوم پھر کر کھجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کی یہ مجال کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے اور یہ سب اپنے اپنے مدار پر گردش کر رہے ہیں۔“

یہ ترجمہ پڑھنا تھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میرے جسم میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے یعنی پڑھے لکھے نہ تھے لیکن اتنے بہترین سائنسی انداز میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے تو ضرور ان پر اللہ کی طرف سے وحی ہی ہو سکتی ہے۔ بس اسی لمحے میرے دل کی دنیا بدل گئی اور میں نے اللہ کی کتاب قرآن عظیم الشان کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر شروع کردیا۔ میں جب بھی اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتی ہوں پہلے